MOTION UNDER RULES 236

Mr. Chairman: As far as questions are concerned, I think a motion v be moved by Mr. Muhammad Ali Khan to suspend the Question Hour.

Mr. Mohammad Ali Khan: Mr. Chairman, Sir, I beg to move th under Rule 236 of the Rules of Procedure & Conduct of Business in t Senate, 1988, the requirement of Rules 38 and 76 of the said Rules b dispensed with.

Mr. Chairman: It has been moved by Mr. Mohammad Ali Khan und Rule 236 of the Rules of Procedure & Conduct of Business in the Senat 1988, that the requirement of Rules 38 and 76 be dispensed with for toda and the question be taken as read and laid on the table of the House.

(the motion was adopted)

جناب چیئرمن: جی آپ کی کیا submission ہے محسن صاحب۔

POINT OF ORDER REGARDING SUSPENSION OF QUESTION HOUR

Mr. Mohammad Mohsin Siddiqui :Mr. Chairman, I have to make submission.

Mr. Chairman: Yes, please. What is your point.

Mr. Mohammad Mohsin Siddiqui :There are three or four questi and it would have taken hardly 15 to 20 minutes. Every time there is tendency that the Question Hour is being suspended. Questions are solicit information from the government and the public is very mu interested in such information. This is a very callous attitude towards t Question Hour and I protest against it.

جناب چیئرمن: صدیقی صاحب بالکل یہ بڑا اہم ہوتا ہے لیکن آج پرائمز کے بارے میں Adjournment Motion. ہے۔

Mr. Mohammad Mohsin Siddiqui :I know. I know but it would hav hardly taken 15 minutes today.

جناب چیئرمین : بہرحال یہ ہاؤس نے فیصلہ کیا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی سوال بہت ضروری ہے تو

You raise a discussion for half an hour on that matter because the questions has come.

Mr. Mohammad Mohsin Siddiqui : Of course, that we will do.

Mr. Chairman: Yes, Qazi Latif Sahib.

POINT OF INFORMATION RE: HINDRANCE CREATED IN COMING TO THE HOUSE BY A POLICEMAN AS REPORTED BY A SENATOR

قاضی عبداللطیف : گزارش یہ ہے جناب والا! آج اس وقت جب میں اجلاس میں آرہا تھا تو ہیڈ کانسٹیبل محمد اختر نمبر ۶۱ نے اس راستے سے جو پرائم منسٹر ہاؤس کے سامنے سے گزرتا ہے مجھے روکا۔ میں نے کہا کہ میں اجلاس میں جارہا ہوں دیر ہوگئی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں اس راستے سے نہیں جاسکتے دوسرے راستے سے جاؤ گے۔ اس سے میرے فرائض منصبی کی ادائیگی میں مداخلت ہوئی ہے۔

POINT OF ORDER: RE WRONG PROJECTION OF THE STATEMENT OF A SENATOR ON T.V. BROADCAST.

جناب چیئرمین : یہ آپ مجھے لکھ کر دے دیں۔ میں اس پر مناسب کارروائی کروں گا۔

اخونزادہ بہرہ درمحمد : پوائنٹ آف آرڈر جناب کل جو discussion ہوئی تھی اس میں آرٹیکل ۹۱ پر میں نے جو کچھ عرض کیا تھا وہ اپنی جگہ مگر یہ میں نے کسی جگہ بھی نہیں کہا کہ وزیراعظم کو اعتماد کا ووٹ لینا چاہیئے بلکہ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ Article 91-2A کے تحت قومی اسمبلی دوبارہ ہاؤس کے لیڈر کا انتخاب کرے۔ مگر اس کے برعکس ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے اس کو پروجیکٹ کیا کہ گویا میں نے زور دیا کہ وزیراعظم اعتماد کا ووٹ لے جناب والا! میں اس کی

[Akhunzada Behrawar Saeed]

تردید کرتا ہوں اور آپ ان کو ہدایت کیجیے کہ وہ ایسا نہ کیا کریں۔ یہ ایک چال ہے جس میں کم از کم میں نہیں پھنسوں گا وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اختلاف کے ووٹ پر زور دیں لیکن قانونی پوزیشن یہ نہیں ہے۔

Mr. Chairman: Radio and television may kindly take note of this and Mr. Faseih Iqbal you kindly look into this also. There are several complaints regarding Television and Radio which are now coming before the House.

سید فصیح اقبال: جناب چیئرمین! اسی سلسلے میں ایک موشن بھی ہے کل بھی میں نے عرض کیا تھا۔

جناب چیئرمین: آپ پڑھ دیں۔

MOTION UNDER RULE 144

Syed Faseih Iqbal: I, Syed Faseih Iqbal, Chairman of the Standing Committee on Information and Broadcasting, Culture, Sports and Youth Affairs and Tourism and Women Division beg to move that a reference be made to the above mentioned Committee to inquire and investigate into the policy of the government regarding Television broadcast and in particular to determine whether the policy is balanced and in accordance with the objectives contained in the Articles of Pakistan Television Corporation and to make appropriate recommendations.

جناب چیئرمین: اس میں ریڈیو کو بھی شامل کر لیں۔ کیا یہ موشن منظور کی جاتی ہے۔

(The motion was adopted)

Mr. Chairman: You kindly look into all these matters and present a report to the House. So the reference is made.

MESSAGE RECEIVED FROM THE N.A. SECTT. RE: THE NATIONAL TARIFF COMMISSION BILL, 1990

Mr. Chairman: We have received a message from the National

Assembly under rule 109. I will read it.

"In pursuance of rule 109 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the National Assembly 1973 I have the honour to inform the Senate Secretariat that the National Assembly passed the National Tariff Commission Bill, 1990, on the 22nd March, 1990. A copy of the Bill is transmitted herewith:

Sd: Secretary"

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: رخصت کی درخواستیں، جناب احمد میاں سومرو صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر ۲۹ مارچ ۱۹۹۰ء کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: مخدوم حمید الدین صاحب نے ناسازیٔ طبع کی بنا پر ایوان سے ۲۲ مارچ تا اختتام حالیہ اجلاس رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سردار محمد یوسف خان صاحب نے ناسازیٔ طبع کی بنا پر ایوان سے حالیہ مکمل اجلاس کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

MOTION TO HOLD AN INQUIRY INTO THE AFFAIRS OF SH. ZAID HOSPITAL, LAHORE

Malik Muhammad Hayat: Mr. Chairman, Sir, I have a request for the approval of the Senate.

I beg to move that the Senate may kindly permit the Health Committee of the Senate to conduct an inquiry into the affairs of Shaikh Zaid Hospital,

Lahore.

Mr. Chairman: The Senate Standing Committee on Health seeks permission to inquire into the affairs of Shaikh Zaid Hospital, Lahore.

کیا یہ موشن منظور ہے؟

(The motion was adopted)

ADJOURNMENT MOTIONS

FURTHER DISCUSSION ON THE MOTION RE; SHARP RISE IN PRICES OF PETROLEUM AND FERTILIZERS ETC

Mr. Chairman: Next we take up item 3 of the agenda. It is discussion on the Adjournment Motion moved on 27th March, 1990, by Senators Ahmed Mian Soomro, Prof. Khurshid Ahmad, Akhunzada Behrawar Saeed, Mir Ghulam Hyder Khan Talpur, Abdul Majid Kazi, Syed Abbas Shah, Muhammad Ishaq Baluch, Salim Saifullah Khan, Muhammad Ali Khan, Syed Faseih Iqbal, Mir Hazar Khan Bijarani and Maulana Samiul Haq on the following subject:-

> "On the sharp rise in the prices of petroleum, diesel, kerosine oil and fertilizers announced by the Government on 26th March, 1990".

جناب شاد محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر، حضور والا! بڑا اہم مسئلہ ہے اس کو discuss کرنا چاہیے اور اس کو سارا وقت دینا چاہیے جناب آپ موجود نہیں تھے جناب آغا صاحب موجود تھے تو ایک amended form میں میرا مختصر سا resolution ہے جس کو صرف adopt کرنا ہے۔ اجازت دیں تو میں اس کو پیش کروں۔

جناب چیئرمین: اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔

جناب شاد محمد خان: اعتراض کس کو ہوگا ہم تو سب پاس کر رہے ہیں گورنمنٹ کو موقع دے رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: متعلقہ منسٹر کرن ہیں۔

جناب شاد محمد خان: وہ اسٹیج گزر گیا ہے اب اعتراض کی بات رہی نہیں ہے اب amended form میں مجھے پیش کرنے کو کہا گیا ہے اور consensus سے کہا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: اس طرح کرتے ہیں کہ یہ دو گھنٹے کی discussion ہے اس میں آپ کا معاملہ ضرور take up ہوگا اور وزیر صاحب بھی آجائیں گے تو ان کی موجودگی میں take up کریں گے۔ جی جناب محمد علی خان صاحب، مہربانی کر کے لسٹ دے دیں جو حضرات اس پر بولنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ discussion کوئی دو گھنٹے ہوتی ہے لہٰذا ذرا اختصار سے کام لیا جائے۔

جناب محمد علی خان: جناب چیئرمین صاحب! دعوے داران جمہوریت نے مورخہ ۲۶ مارچ کو یک جنبش قلم ای سی سی کے ایک اجلاس میں petroleum products اور کیمیاوی کھادوں پر ناجائز اور غیر ضروری ٹیکس عائد کئے جس کی وجہ سے قوم کے نادار اور مفلوک الحال عوام کی کمر ٹوٹ گئی۔ یہی نادار افراد پہلے ہی سے مہنگائی کی چکی میں پسے جا رہے ہیں جناب والا! یہ ٹیکس اس وقت عائد کئے گئے جب کہ نیشنل اسمبلی کا اجلاس جاری تھا۔ یعنی بالفاظ دیگر عوامی نمائندوں کو نظر انداز کر کے قیمتوں میں یک طرفہ اضافہ کیا گیا۔ جو میں سمجھتا ہوں کہ سراسر جمہوریت کے تقاضوں کے خلاف ہے اگر بالفرض محال نیشنل اسمبلی کا اجلاس نہ بھی ہوتا تب بھی حکومت کے پاس اپنے غلط اقدام کو جائز قرار دینے کے لئے کوئی جواز نہیں تھا اور نہ کوئی ایسی تاویلات ان کے ہاتھ آسکتی تھیں۔ کسی صورت میں بھی وہ عوامی نمائندوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ جناب والا! عام طور پر یہ کہا جاتا ہے۔

taxation without representation is a highway robbery

اور میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت اسی چیز کی مرتکب ہوئی ہے کہ انہوں نے عوامی نمائندوں کو نظر انداز کر کے direct taxation شروع کر دی ہے۔

جناب والا! پچھلے سال کے بجٹ میں ہمیں Minister of State for Finance سے یہ نوید سنوائی گئی تھی کہ سال کے دوران قیمتوں میں مزید اضافہ نہیں

کیا جائے گا اور ساتھ ہی یہ یقین دہانی بھی کرائی گئی تھی کہ اس سال کے دوران کسی قسم کا منی بجٹ نہیں پیش کیا جائے گا اس ضمن میں تو میں صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کروں گا۔

غضب کیا تیرے وعدے پہ اعتبار کیا

جناب والا! عام طور پر کبھی کبھی حکومتیں سال کے بیچ میں یعنی درمیانی مدت میں بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے منی بجٹ پیش کرتی ہیں لیکن کبھی بھی ایسی چیز نہیں ہوئی کہ جب ایک سالانہ بجٹ کے پیش کرنے میں صرف دو ماہ کا عرصہ باقی ہو تو عوام پر نئے ٹیکس لگا دیئے جائیں کم از کم یہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ جناب والا! یہ ٹیکس جو ان دو اشیاء پر لگے ہیں یہ فقط ان دو اشیاء پر نہیں ہیں۔ کیونکہ اس کا اثر جو ہے وہ عام طور پر، غریب عوام کی طرف ہی منتقل ہو گا پٹرولیم کی مصنوعات عام طور پر ایندھن کی جگہ استعمال ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اس کا اثر پیداوار پر پڑے گا۔ اور یقیناً اس طرح ان کی قیمتیں بڑھیں گی۔

اس طرح سے ٹرانسپورٹ کے کرایوں میں بھی اضافہ ناگزیر ہو جائے گا۔ جب پیداوار اور اس کی تقسیم پر اس کا اثر ہو گا تو یقیناً ملک میں مہنگائی بڑھے گی اور چیزوں کی قیمتیں آسمان پر پڑھیں گی اس کا بوجھ پھر یقیناً عوام پر پڑے گا۔ جناب والا! قیمتوں میں یہ اچانک اضافہ نہایت ہی تشویشناک ہے جس کا ردعمل خود حکومت کو عنقریب معلوم ہو جائے گا جب لوگ میدان میں نکل آئیں گے اور وہ خود بداعتمادی کا ووٹ حکومت کے خلاف پیش کرنے لگیں گے، اور ایک تحریک شروع کر دیں گے۔ اس وقت حکومت کو معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے ایسی غلطی کی ہے کہ اپنے نمائندوں کو چھوڑ کر کسی اور کے کہنے پر یہ ٹیکس لگائے۔ یہ بھی ان کو پھر پتہ چلے گا کہ عوامی نمائندوں کی مرضی کے بغیر ملک میں ٹیکسیشن کرنا کتنا مشکل کام ہے۔

جناب والا! اس کے خلاف آہستہ آہستہ اب عوام میں ایک حرکت پیدا ہو گئی ہے کیونکہ چیزوں کی قیمتیں کل سے بڑھنا شروع ہو گئی ہیں اور جوں جوں یہ قیمتیں بڑھیں گی، لوگوں میں تشویش بھی بڑھے گی۔ اب بات تو یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ سب یک زبان ہو کر یہ کہنے لگے ہیں کہ یہ اس حکومت کی طرف سے رمضان المبارک کا ایک تحفہ ہے جو اپنے آپ کو عوامی حکومت کہتی ہے۔

جناب والا! ویسے بھی رمضان کے موقع پر قیمتوں کے چڑھنے کا احتمال ہوتا ہے اور عموماً قیمتیں چڑھ جاتی ہیں اور پھر سال بھر تک وہ اترتی نہیں ہیں لیکن موجودہ حکومت کے اس اقدام نے آگ پر تیل چھڑکنے کا کام کیا ہے۔ جناب والا! ملک بدامنی کا شکار ہے اور یہ بدامنی ایک انتہا تک پہنچ گئی ہے، آج بھی بدقسمتی سے ملک کے ایک حصہ میں کرفیو نافذ ہے جس کا بہت بُرا اثر انڈسٹری اور بزنس پر پڑ رہا ہے۔ جناب والا! ایسا کوئی دن نہیں گزرتا جس میں قتل و غارت گری کی کوئی واردات نہ ہوئی ہو یا کوئی اغوا کا واقعہ نہ ہوا ہو، ساتھ ساتھ بے روزگاری بھی بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے مہنگائی آسمان سے باتیں کرنے لگی ہے ایسی صورت حال میں جب قیمتوں میں مزید اضافہ کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں پھر تباہی کے علاوہ اور کچھ ملک میں نظر نہیں آئے گا۔

جناب والا! حکومت کے اس اقدام سے تنخواہ دار طبقہ بالکل تباہی کے کنارے پر کھڑا ہو گیا ہے اور سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ اس کی وجہ سے یقیناً افراط زر بڑھے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ۲۵ فیصد تک یہ رُک جائے تو ہم اس کو اپنی خوش قسمتی سمجھیں گے۔ چونکہ یہ ایک قسم کا cycle ہے لہٰذا ہر ایک غریب گھرانہ اس سے متاثر ہوا ہے اور ہر ایک گھرانے کا ماہوار خرچہ جو ہے وہ تقریباً ۳۰۰ روپے بڑھ جائے گا۔

[Mr. Muhammad Ali Khan]

جناب والا! جہاں تک کیمیادی کھادوں میں اضافہ کا تعلق ہے، تو میں بلا خوف تردید آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اب قریب وہ وقت آ رہا ہے کہ جب کاشت کار اپنے آبائی پیشہ کاشت کاری کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے اور روزگار کی تلاش میں وہ شہروں کا رخ کریں گے، اس سے مزید مشکلات پیدا ہوں گی اور ہمیں گندم سے لے کر چینی تک ہر ایک چیز باہر سے امپورٹ کرنا پڑے گی۔ اور جو چیزیں مثلاً یعنی کپاس، چاول یا دیگر اجناس آج کل ہم برآمد کرتے ہیں، اُن کی برآمد کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا۔ جناب والا! ان مشکلات کی مکمل ذمہ داری موجودہ حکومت پر عائد ہوتی ہے۔

جناب والا! موجودہ taxation میں حکومت نے شہری اور دیہی آبادی میں غیر مساویانہ رویہ اختیار کیا ہے، یعنی ۷۵ فیصد افراد کو ۲۵ فیصد افراد پر قربان کر دیا ہے۔ شہری آبادی میں عام طور پر پٹرولیم کی مصنوعات کا جو خرچہ ہوتا ہے اس پر میں سمجھتا ہوں کہ ٹیکس ۱۰ سے لے کر ۱۵ فی صد تک بڑھایا گیا ہے جب کہ کیمیادی کھادوں پر ٹیکس ۲۵ فیصد تک بڑھایا گیا ہے یہ اضافہ جناب والا! اس لئے کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے، یہ جو پٹرولیم کی مصنوعات میں اضافہ کیا گیا ہے اس کا اثر بد بھی ان غریب کاشت کاروں پر پڑ رہا ہے کیونکہ ان کے ٹیوب ویل اور ٹریکٹر، ڈیزل سے چلتے ہیں اور وہ مٹی کا تیل چولھوں اور لالٹینوں میں استعمال کرتے ہیں شاید ۲۵ فیصد گاؤں میں بجلی ہو، باقی لوگ بجلی اور گیس سے بھی محروم ہیں۔

جناب والا! ابھی سننے میں آیا ہے کہ حکومت نے کچھ پٹرولیم کی مصنوعات پر ٹیکس میں کمی کی ہے اور وہ بھی شہری آبادی کو خوش کرنے کے لئے کی ہے کیونکہ شہروں میں لوگ تعلیم یافتہ ہیں اور ان کے پاس پریس ہے جس سے وہ عموماً حکومت کو ہراساں کر سکتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں گاؤں کے جو لوگ ہیں ان کے پاس نہ پریس ہے اور نہ ہی

وہ تعلیم یافتہ ہیں، وہ تو غیر تعلیم یافتہ ہیں، پسماندہ ہیں، غربت اور افلاس کی چکی میں پس رہے ہیں، ان کی کوئی بھی شنوائی نہیں ہو رہی ہے اور آج تک وہ بے چارے خاموش بیٹھے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ ہر زیادتی کی ایک حد ہوتی ہے اور جب وہ حد سے گزر جاتی ہے تو لوگ بھی میدان میں نکل آتے ہیں اور پھر ان کا مقابلہ پولیس نہیں کر سکتی ہے اس کے لئے فوج کو بلانا پڑتا ہے وہ لوگ آپ کی آبادی کا ۸۰ فیصد ہیں۔ یہ بڑے تباہ حال لوگ ہیں۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ زراعت پیشہ افراد کی ضرورت کی جتنی بھی input ہیں ان کی قیمتیں انٹرنیشنل سٹینڈرڈ کی ہیں مگر پیداوار کی قیمتیں عموماً حکومت مقرر کرتی ہے۔ اس طرح یہ صورت حال مزید چلتی ہوئی مجھے نظر نہیں آ رہی۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ کیمیادی کھادوں میں اضافہ کو جو کہ ناجائز ہے، فی الفور ختم کر دیا جائے تاکہ ملک کی معاشی صورت حال تباہی سے بچ جائے۔

اس کے علاوہ میں عرض کرتا ہوں کہ حکمرانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ چھوڑ دیں اور مزید شاہ خرچیوں سے اجتناب کریں۔ کرسی کی خاطر پارلیمنٹ کے ممبران کی خرید و فروخت یکسر ختم کر دیں۔ مزید بھان متی کے رشتوں کو جوڑنے کی کوشش نہ کریں۔ غریب عوام کو مشق ستم بنانے کی بجائے وزیروں کی فوج ظفر فوج کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس سے جو رقم بچے گی وہ مزید تیل کی تلاش اور کیمیادی کھادوں کی پیداوار پر خرچ کرے۔ تاکہ ان دو اشیاء میں قدرے خود کفیل ہو سکے۔ لیکن اگر پھر بھی حکمرانوں کے کانوں پر جوں نہ رینگی تو میں سمجھتا ہوں کہ معاملہ اور بھی خراب ہو جائے گا اور اگر حکومت یوں اپنے اللے تللوں میں مشغول رہی تو پھر میں یہ وثوق سے کہوں گا کہ ان کی شامت آئی ہے۔ فارسی کا ایک مقولہ ہے کہ "خود کردہ را علاجے نیست"۔ پھر علاج ان کے پاس نہیں ہو گا پھر ان کی تبدیلی لازمی اور ضروری ہو گی۔

جناب چیئرمین: شکریہ! پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں اس تحریک کے حق میں پانچ بنیادی دلائل پیش کروں گا، پہلی چیز یہ ہے کہ اس وقت ملک کی قومی اسمبلی in session ہے، اور دنیا کا یہ مسلّمہ اصول ہے کہ taxation کا حق صرف پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔ تین سو سال کی گزشتہ سیاسی جدوجہد کو اگر ایک عنوان دیا جا سکے تو وہ یہ ہے کہ عوام نے حکمرانوں پر یہ زور دیا کہ وہ اس کی مرضی کے بغیر ٹیکس عائد نہ کریں۔ اسی سے پارلیمنٹ کا ادارہ مضبوط ہوا اور یہ اختیار پارلیمنٹ کو حاصل ہوا کہ وہ taxation کرے۔ آپ کے دستور میں بھی آرٹیکل ۷۰، ۷۱، ۷۲ اسی مسئلے سے deal کرتے ہیں اور یہ بنیادی اصول تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ کام کہ صرف عوام کے منتخب نمائندے کو اعتماد میں لے کر Public debate کے ساتھ ہونا چاہیئے یہ بڑی اہم چیز ہے کہ یہ فیصلے بند کمروں میں نہیں ہوتے، یہ فیصلے محض نام نہاد expert نہیں کرتے، بلکہ ان فیصلوں کو Public debate کے ساتھ ہونا چاہیئے اور یہ وہ بنیاد ہے جس کی بنا پر taxation کی جا سکتی ہے اور taxation صرف پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں یہ عجیب و غریب معاملہ ہے۔ ایک طرف جمہوریت کے دعوے کئے جاتے ہیں اور دوسری طرف جمہوریت کا جو سب سے بنیادی اصول ہے کہ taxation عوامی نمائندوں کو اعتماد میں لے کر Public debate کے ذریعے اور عوام کی برداشت کی ممکنہ حدود کو سامنے رکھتے ہوئے کی جائے اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ کیا ستم ظریفی ہے کہ پارلیمنٹ in session ہے لیکن اسے اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ حد یہ ہے کہ کیبنٹ میٹنگ بھی نہیں ہوئی۔ کیبنٹ کی ایک representative Committee ہوتی ہے E.C.C. جس میں صرف پانچ چھ منسٹرز ہوتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے یہ فیصلہ کیا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضابطوں کا، دستور کا، قانون کا، جمہوری روایات کا خون کرنا ہے۔

علاوہ ازیں میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ملک میں بجٹ سازی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ حکومت کے پاس ایک stable پالیسی ہو گی سال بھر کے حالات کا، اندازہ کرے گی۔ اپنی ضروریات کو متعین کرے گی اور اس کی مناسبت سے اسمبلی کی اجازت سے Finance Act کے ذریعے ٹیکس طے کرے گی۔ جناب والا! بجٹ پیش ہونے کے وقت بھی یہ بات کہی گئی تھی کہ اس بجٹ کو دیکھ کر صاف اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد کئی mini budget آنے والے ہیں اور میں اس میں تنہا نہیں تھا اس ملک کے بہت سے معاشی ماہرین نے اس خدشے کا برملا اظہار کیا تھا جو پورا ہو کر رہا۔ بجٹ آنے کے بعد دو مہینے کے اندر اندر ریل کے کرایوں، ہوائی جہاز کے کرایوں میں اضافہ کر دیا گیا۔ اس کے دو مہینے کے بعد بجلی کے نرخوں میں اضافہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد کھاد کی قیمت میں اضافہ کیا گیا اور اس کے بعد پھر گیس کی قیمت میں اضافہ کیا گیا۔ اور یہ پانچواں حملہ اب نئے بجٹ کے آنے سے ستر دن پہلے کیا گیا اور جس کے ذریعے جس volume کے taxes لگائے گئے اس کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ ۹۰-۱۹۸۹ء کے بجٹ میں سرچارجز کے عنوان میں جو آمدنی متوقع تھی ۱۰٫۵ بلین، اب وہ بڑھ کر ۱۸ بلین ہو جائے گی یعنی اس میں ستر فیصد کا اضافہ ہے اور یہ ستر فی صد کا اضافہ چور دروازے سے کیا جا رہا ہے، پارلیمنٹ کو اعتماد میں لیے بغیر کیا جا رہا ہے۔ دستور میں ایکٹ کے ذریعے جو taxation کا اصول رکھا گیا ہے اسے violate کر کے کیا جا رہا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ colonial دور میں یہ چور دروازے مختلف قوانین میں رکھے گئے اور غیر معمولی حالات میں اضافہ کیا جا سکتا ہے، تبدیلی کی جا سکتی ہے discretion دے دیا گیا ہے۔ یہ تمام چیزیں جمہوریت اور دستور کے خلاف ہیں۔ ان چور دروازوں کو بند ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ بڑی بے شرمی اور ڈھٹائی ہے کہ اس دھڑلے کے ساتھ ان چور دروازوں کے ذریعے ملک میں بار بار نئے بجٹ لائے جا رہے ہیں

اور اس طرح بجٹ سازی کے پورے نظام کو درہم برہم کر دیا گیا ہے یہ جناب والا میرا اس پر پہلا اعتراض تھا۔

جناب والا! میرا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس اقدام کا ٹائمنگ mini-budget ایک نامطلوب، غیر پسندیدہ چیز ہے اور بالعموم اس سے ہمیشہ avoid کیا جاتا ہے اور مجھے اگر صحیح یاد ہے تو فنانس منسٹر نے public pressure کی بنا پر وعدہ کیا تھا کہ mini-budget نہیں لائیں گے۔ مگر اس کو violate کیا گیا۔ لیکن ٹائمنگ کے اعتبار سے آپ دیکھیں کہ منی بجٹ اگر کبھی لایا بھی جاتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ وسط سال میں لایا جاتا ہے۔ تاکہ سال کے وسط تک جو اب تک حاصل کیا گیا ہے اس کو evaluate کر لیا جائے اور آئندہ چھ مہینے کے بارے میں asses کر لیا جائے۔ لیکن یہاں یہ عجیب و غریب معاملہ ہے۔ اس کی ٹائمنگ میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ نیا بجٹ پیش ہونے والا ہے جو مئی جون کے اندر پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں ابھی بمشکل دو مہینے ہوئے ہیں۔ ماہ رمضان سر پر ہے جیسا کہ محمد علی صاحب نے کہا کہ رمضان کا تحفہ قوم کو قیمتیں بڑھا کر دیا جا رہا ہے۔ میں اس کی ٹائمنگ سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں۔ میرا دوسرا اعتراض اس کی ٹائمنگ پر ہے۔

تیسرا اعتراض جناب والا! ان اضافوں کے حق میں جو دلائل دیئے جا رہے ہیں، وہ عجیب و غریب دلائل ہیں۔ اور معاشیات کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ جب ملک کے Economic Adivsers اور خود پرائم منسٹر publicly ایسی باتیں کہتے ہیں جن کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔ جناب والا! اس کے بارے میں پہلی دلیل یہ دی گئی ہے کہ عالمی سطح پر پٹرولیم کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں اس لئے ہم یہ قیمتیں بڑھا رہے ہیں۔ میں نے پچھلے سالوں کے تمام بجٹوں کا مطالعہ کیا ہے اور میں آپ سے پورے ادب سے یہ بات کہتا ہوں کہ اس ملک میں گزشتہ آٹھ سال سے پٹرولیم کی قیمتوں کی تبدیلی کا کوئی اثر ملک میں پٹرولیم کی قیمتوں نے قبول نہیں کیا۔ یہ بات کہ انٹرنیشنل مارکیٹ اور ڈومیسٹک مارکیٹ میں ایک تناسب ہونا چاہیئے، یہ اصولی

بات ہے اور صحیح ہے لیکن جس وقت پٹرول کی قیمت بتیس ڈالر فی بیرل تھی ہم نے اپنی قیمتیں اس وقت مقرر کی تھیں۔ جب بتیس ڈالر سے یہ چوبیس ڈالر پر آئی ہم نے قیمتیں کم نہیں کیں۔ جب اٹھارہ پر آئی، ہم نے قیمتیں کم نہیں کیں۔ پھر ۱۹۸۷ء میں جب یہ گر کر بارہ ڈالر پر آ گئی اور لوگوں نے مطالبہ کیا کہ قیمتیں کم کرو اس وقت بھی حکومت نے قیمتیں کم نہیں کیں بلکہ یہ کہا کہ ان کے domestic constraints ہیں انہیں انڈسٹری کو بنانا ہے۔ self sufficiency حاصل کرنی ہے اس لئے انٹرنیشنل مارکیٹ کے حساب سے نہیں چل سکتے۔ اس وقت تو آپ نے یہ مؤقف اختیار کیا اور آج آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ international prices بڑھ گئی ہیں اس لئے اسے بڑھانا چاہتے ہیں۔ جناب والا! آپ نے جس وقت Domestic Price مقرر کی تھی اس وقت International Price بتیس ڈالر تھی۔ آج وہ سترہ ڈالر ہے اور پچھلے پانچ سال میں چودہ پندرہ ڈالر سے سترہ ساڑھے سترہ ڈالر تک یہ قیمت رہی ہے۔ یہ پچھلے پانچ سال کا set pattern ہے۔ اور ہمیں بالعموم مختلف concession کی بنا پر اس سے کم پر پٹرولیم کی مصنوعات ملتی رہی ہیں تو یہ دلیل قطعاً irrelevant ہے۔ پھر اگر آپ اس وقت انٹرنیشنل مارکیٹ میں Petroleum کو دیکھیں تو وہاں قیمتیں گر رہی ہیں۔ مثال کے طور پر petroleum Weekly نے جو قیمتیں اس وقت دی ہیں وہ یہ ہیں۔ جنوری ۱۹۹۰ء میں ۱۷٫۵ ڈالر فی بیرل۔ مارچ ۱۹۹۰ء میں ۱۷٫۵ اور اپریل ۱۹۹۰ء میں جو forward prices ہیں وہ صرف 16.50 ہیں۔ اور آپ کو علم ہے کہ عراق ایران جنگ کے بعد سے جو competition اوپیک ممالک کے اندر چل رہا ہے اور جس کی وجہ سے سپلائی اتنی بڑھ گئی ہے۔ بمشکل وہ اسے contain کر پا رہے ہیں۔ تو میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت نے International Prices کا جو سہارا لیا ہے یہ قطعاً غلط ہے۔ آج تک خاص کر پچھلے سات آٹھ سال میں ہمارے ملک میں جب پٹرولیم کی international prices گر رہی تھیں ہم نے اپنی domestic prices نہیں گرائیں اور یہ ثابت کر دیا کہ ان میں کوئی linkage نہیں ہے۔ یہ دعویٰ غلط ہے کہ آج زیادہ قیمتیں بڑھی ہیں۔ پچھلے پانچ سال سے تیل کے اندر

[Prof. Khurshid Ahmed]

stable movement ہے اور یہ چودہ پندرہ سے لے کر سترہ اٹھارہ ڈالر کے درمیان ہوتی رہی ہے۔ اگر ان پانچ سالوں میں ہمیں تبدیلی کی ضرورت نہیں پیش آئی تو آج ہم اس کا سہارا کیسے لے رہے ہیں۔

جناب والا! دوسرا دعویٰ یہ کیا گیا ہے جو عجیب و غریب دعویٰ ہے کہ ہم inflation کو کم کر رہے ہیں اور ان قیمتوں کے بڑھنے کے باوجود inflation بڑھے گا نہیں بلکہ کم ہو جائے گا۔ ایک تو جناب والا! مجھے یہ بات کہنے کی اجازت دیجئے کہ ہمارے ملک میں اعداد و شمار سے کھیلا جا رہا ہے۔ اپنے مقصد کی statistic پیش کی جاتی ہے باقی چیزوں کو بھلا دیا جاتا ہے اور میں یہ بھی کہنے کی جسارت کروں گا کہ statistics کو termper with کیا جاتا ہے یہ بڑا ہی نامناسب اندیشانہ رویہ ہے۔ حقائق جو ہوں انہیں تسلیم کرنا چاہیئے اور پالیسی اس کی مناسبت سے بننی چاہیئے لیکن یہاں سیاسی مقاصد کے لئے جس کا جو جی چاہتا ہے وہ figure دے دیتا ہے مثال کے طور پر یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پیپلز پارٹی کے پہلے دور میں ۷۲-۱۹۷۱ء سے لے کر ۷۷-۱۹۷۶ء تک inflation rate سب سے زیادہ رہا ہے اور average consumer price index جو تھا وہ ۸ فیصد رہا ہے جبکہ یہ ۲۶ فیصد تک جا چکا تھا۔ ۷۷-۱۹۷۶ء سے ۸۵-۱۹۸۴ء تک یہ consumer price index ۱۸ فیصد سے گر کر ۸٫۵ فیصد ہو گیا تھا ۸۵-۱۹۸۴ء سے ۸۸-۱۹۸۷ء تک جونیجو صاحب کا جو دور ہے اس میں یہ گر کر ۵ فیصدی رہ گیا تھا لیکن گزشتہ سال ۸۹-۱۹۸۸ء میں یہ دس فیصد سے بارہ فیصد تک پہنچا official indication موجود ہے اور independent economist کا خیال یہ ہے کہ یہ ۱۵ فیصد تک رہا ہے لیکن اس کے برعکس ہمارے economic adviser بتا رہے ہیں کہ inflation rate جو ہے یہ ۶٫۵ فیصد تھا اور اب شاید ۸ فیصد تک جائے گا محترمہ وزیر اعظم صاحبہ جب برسر اقتدار آئیں تو انہوں نے آتے ہی ایک اعلان کیا کہ ہمارے

آنے سے پہلے افراط زر ۸ فیصد تھا یہ محض ایک خیالی figure تھی
اس کا کوئی تعلق ملک کی statistics سے حقائق سے نہیں ہے جناب
والا! میں اس سلسلے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کوئی سیاستدان
نہیں بلکہ اس ملک کا جو سب سے اچھا تحقیقی ادارہ ہے Pakistan
Institute of Development Economics اور خود وی اے جعفری صاحب
کی دعوت پر اس نے پاکستان میں inflation in growth کی
study کی اور انہوں نے صاف دکھلایا ہے کہ اس وقت inflation rate جو
ہے وہ دس اعشاریہ سات فیصد ہے اور جو آگے بڑھے گا لیکن اس
کے باوجود ہمارے جعفری صاحب جو facts لوگوں کے سامنے
پیش کر رہے ہیں وہ نامعلوم کہاں سے لا رہے ہیں اس پوری
study کے اندر یہ دکھایا گیا ہے کہ فی الحقیقت inflation کے
costic factors کیا ہیں اور یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ آپ کی
money supply کی پوزیشن، آپ کی import value، آپ کا
foreign exchange rate برابر گر رہا ہے جس کے نتیجے کے طور پر مستقلاً
آپ کی جو imported costs ہے وہ بڑھ رہی ہے آپ کی
cost of production بڑھ رہی ہے ان سب کے بعد inflation کم کیسے
ہو سکتا ہے جب تک کہ آپ ان costic factors کو کنٹرول نہیں کریں
گے محض سیاسی مقاصد کے لئے حقائق کو ادھر اُدھر کرنا یہ صحیح چیز
نہیں ہے پھر جناب والا میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں .....

Mr. Chairman: One minute, please. Mr. Hasan A. Shaikh is on point of order.

Mr. Hasan A. Shaikh: Sir, Prof. Khurshid Ahmed is giving figures and everything but before whom? There is not a single Minister who is interested in it. Nobody is taking notes. There is nobody who is concerned with it?

جناب چیئرمین : شاہد ظفر صاحب بیٹھے ہیں صالح حیات صاحب ہیں
لیکن میرے خیال میں -

But I would assume that there are officials of the Finance Minis
sitting here who will be taking notes. Faisal Sahib.

Syed Faisal Saleh Hayat: We are aware of all the facts and t
contentions of the honourable member and the Minister will be replying
these contentions before the debate is over.

جناب چیئرمین : کوئی نوٹس لے رہا ہے -

سید فیصل صالح حیات : جی نوٹس لے رہا ہوں -

قاضی عبداللطیف : میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے شیخ صاحب کا یہ پوائنٹ
ف آرڈر اس لئے غلط ہے کہ وہ (وزیر صاحب) فرما رہے ہیں کہ وہ باخبر ہیں
ہیں اطلاع ہے اور وہ دیدہ دانستہ یہ کر رہے ہیں اس لئے ان کا
دیلی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے لہٰذا ان کو نوٹس لینے کی ضرورت ہی
یں ہے ان کو سب کچھ پتہ ہے اور فیصلے کا بھی پتہ ہے اس لئے میرے
یال میں یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا -

جناب چیئرمین : قاضی صاحب تشریف رکھئے، جی پروفیسر صاحب -

پروفیسر خورشید احمد : جناب چیئرمین ! یہ مرض نیا نہیں جب سے یہ حکومت
ر اقتدار آئی ہے اس صورت حال کو ہم بھگت رہے ہیں اور حقیقت یہ
ے کہ میں اپنی قوم سے بات کر رہا ہوں اس ایوان سے بات کر رہا ہوں
ں کے سامنے اپنا دکھڑا پیش کر رہا ہوں مجھے معلوم ہے کہ پتھر سے بھی
نی نکل آتا ہے ہمیں پتہ ہے کہ ان سے ہم کیا حاصل کر سکیں گے بہرحال
، اپنی بات پر دوبارہ آتا ہوں جناب والا ! میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ
یعنی Statistics Division اعداد و شمار دے رہے ہیں جس کا یہ بار بار سہارا

لیتے ہیں اس کی گہرائی میں آپ جائیں تو عجیب و غریب صورت حال سامنے آتی ہے بنیاد کے طور پر میں یہ تمام study کرتا رہا latest report ہے statistics bulletin جس میں کہ wholesale prices کی پوری تفصیل دی گئی ہے میں نے compare کیا آپ یہ دیکھئے کہ wheat ہماری staple food ہے اور wheat کی مختلف چوبیس varieties کے بارے میں انہوں نے facts دیئے ہیں اور دسمبر ۱۹۸۸ء اور دسمبر ۱۹۸۹ء اس عرصے کے درمیان ۱۲ فی صد سے لے کر ۱۵ فیصد تک prices کے اندر rise ہوا ہے اس کے بعد دوسری چیز آپ چاول لیجئے چاول کی اکیس varieties اس میں دی گئی ہیں اور ان میں تقریباً average rise ۱۲ فیصد تھا اس کے بعد آپ گھی کو لیجئے جو ہر شخص کی ضرورت ہے گھی کی انہوں نے بارہ varieties دی ہیں اور ان میں پانچ سے لے کر بیس فیصدی تک اضافہ آرہا ہے دودھ کو لیجئے پاؤڈر دودھ میں تو بہت زیادہ rise ہے یعنی ۵۸ فیصد ہوتا ہے لیکن اگر ویسے آپ دودھ کو لیں تو milk products کی انہوں نے تقریباً ۹ varieties دی ہیں اور ان میں بھی چار سے لے کر بیس فیصد تک rise ہے یعنی جو essentials ہیں ان کی تو یہ کیفیت ہے اور اس کے بعد پھر یہ ہم کو نوید سناتے ہیں، sugar لیجئے اس کی بارہ varieties دی گئی ہیں اور اس میں بھی rise پندرہ فیصد سے لے کر ۵۳ فیصد تک ہے، گوشت لیجئے بیف میں سات فیصد سے بارہ فی صد تک اضافہ ہے، مٹن میں آٹھ سے اٹھارہ فیصد تک اضافہ ہے اتنے نمایاں اضافے تو ان بنیادی چیزوں کے اندر ہیں اور اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ صاحب inflation جو ہے وہ تو پانچ فیصدی ہے اس پر کون یقین کرے یعنی یہ تو کہتے ہیں کہ بڑھ کر کے اب آٹھ ہو جائے گا۔

جناب والا! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دونوں ذرائع جو دیئے گئے ہیں petroleum international prices اور inflation یہ دونوں ذرائع غلط ہیں خام ہیں بالکل نادرست ہیں سٹیٹ بینک کی رپورٹ بھی تقریباً

یہی بات کہتی ہے میرے پاس جو تمام حوالے موجود ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ اس وقت گیارہ فیصد inflation rate ہے۔

جناب والا! میرا چوتھا نکتہ یہ ہے کہ دراصل یہ حکومت اس ایک سال میں کوئی معاشی پالیسی نہیں بنا سکی ۱۵ ماہ میں نہیں بنا سکی، یہ فائل ورک کے لئے فنانس کا مکمل وزیر بھی نہیں بنا سکی فنانس کا شعبہ کتنا اہم شعبہ ہے لیکن ان کے پاس اس کے لئے کوئی ایکسپرٹ نہیں ہے وہ advisors جو قوم کے سامنے responsible نہیں ہیں میں ان کی لیاقت کو dispute نہیں کرتا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ قوم کے سامنے accountability اور قوم کے حالات کو جاننا یہ قومی نمائندوں کا کام ہوتا ہے لیکن ایسا کوئی شخص موجود نہیں ہے اور اس وجہ سے یہ کوئی صحیح economic policy-making نہیں کر سکے ہیں کوئی structural change نہیں کر سکے ہیں اور جو بنیادی مسائل ہیں ان کی طرف توجہ نہیں دے رہے ہیں ہمیں بتایا جا رہا ہے administrative expenses دو اعشاریہ تین فیصد کم ہو گئے ہیں ٹھیک ہے میں تفصیلی اعداد و شمار کا انتظار کر رہا ہوں لیکن جو حالات ہم دیکھ رہے ہیں وہ یہ ہیں کہ وزیر اعظم کے جہاز کی آرائش و زیبائش کے لئے تین کروڑ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے رولز رائس گاڑیاں گیراج سے باہر لائی جاتی ہیں مرسیڈیز اور رولز رائس گاڑیاں پھر اسی طریقے سے رواں دواں ہیں جس طریقے سے کبھی پہلے ہوا کرتی تھیں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وزیر اعظم کے office کے expenses پانچ اعشاریہ آٹھ کروڑ سے بڑھ کر کے نو کروڑ تک پہنچ چکے ہیں ایک سال میں نرے فیصد کا اضافہ ہے۔ Prime Minister's House کے household expenses یا kitchen expenses آج ۲۶ ہزار روپے فی ہفتہ ہیں اس ملک میں جہاں ایک عام آدمی کو مہینے میں ۸۰۰ یا ۹۰۰ روپے نہیں ملتے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سرکاری اشتہارات کے ذریعے سے خواہ وہ مرکزی حکومت ہو یا پنجاب کی حکومت ہو سیاسی جلسوں کی تشہیر ہوتی ہے اور اس پر کروڑوں

روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اگر وہ اعداد و شمار صحیح ہیں جو اخبارات میں آ رہے ہیں تو صرف لاہور کے حالیہ جلسوں کے اوپر کروڑوں روپیہ صرف اخباری اشتہارات پر صرف ہوا ہے جو سارا public exchequer نے pay کیا ہے Saver Games ہوئے ہیں اس کے بارے میں اعداد و شمار کمیٹی کے سامنے آئے ہیں۔ اس میں بارہ کروڑ روپیہ صرف اس کی advertising مہم پر خرچ ہوا ہے یعنی یہ حالات ہیں جن میں کہ آپ معیشت کرلے کر چل رہے ہیں۔

کرپشن کی بات کرتے ہوئے بھی انسان کا دل کانپتا ہے جو بیرونی اخبارات و رسائل ان کی تعریف میں ہر وقت رطب اللسان تھے وہ اب کیا کہہ رہے ہیں میں آپ کو صرف دو quotations سناتا ہوں Time Magazine میں جو تازہ رپورٹ آئی ہے Edward Desmond کی اس میں وہ کہتا ہے۔

"Worse yet her Cabinet stinks with corruption scandals including allegations that her husband, Asif Ali Zardari and father-in-law. Hakim Ali Zardari, Chairman of the Parliamentary Public Accounts Committee have taken advantage of their position to collect kickbacks on government contracts. But she has shown little ability to pick talented, not to say honest Ministers. Important decisions often catch Bhutto by surprise like Interior Minister, Aitzaz Ahsan's move to harrass and expel some persons. Corruption scandals hit the papers almost daily, but Bhutto insists that the reports are mainly opposition propaganda especially the attack on her family. But, one of her closest advisers is worried that the allegations are starting to stick, says he, 'If anything takes us down it will be this perception of corruption and indecision'."

ایک چھوٹا سا اقتباس وال سٹریٹ جرنل کا بھی لے لیجئے اس نے بھی اکنامک معاملات کے اندر اس گورنمنٹ کی بہت support کی ہے۔

"Ms. Bhutto's government has been characterized by corruption and inaction. Government Ministers openly ask Western Banks for commission."

اکانومی کے بارے میں بھی کہتا ہے کہ آپ نے

"After receiving an impressive growth as high as 7% in 1987 the economy is slowing down. Many foreign investors have been scared away by the breakdown of law and order in Karachi, the nation's industrial hub. The disturbances have cost the economy perhaps over $ 144 million."

میں صرف ان دو quotations پر اکتفا کروں گا اور یہ بات کہنا چاہتا ہوں معیشت کی اصلاح کے لئے restructuring کے لئے نئی پالیسی بنانے کے لئے incentive دینے کے لئے جو اقدامات کئے جانے چاہیئے تھے وہ نہیں کئے گئے ہیں اور اپنے اس اسراف و تبذیر پر پردہ ڈالنے کے لئے قوم کو سزا دی جا رہی ہے اور اس طرح یہ پانچواں mini-budget لایا گیا ہے۔

جناب والا! اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کے اثرات کیا ہوں گے پہلی چیز تو یہ سمجھ لینی چاہیئے کہ یہ کوئی معمولی اضافہ نہیں ہے۔ پٹرولیم میں ۶ ر ۱۵ فیصد کا اضافہ کیا گیا ہے مختلف fertilizers میں چند فیصد سے لے کر ۲۵ فیصد تک اضافہ کیا گیا ہے۔ مٹی کا تیل جو ہر دور میں غریب کا سہارا رہا ہے اور اس کو حکومتوں نے ٹیکس سے بخش دیا تھا مگر انہوں نے اس کو بھی نہیں بخشا اور اب public pressure کو دیکھ کر ۵۰ فیصد کم کرنے کی جو بات کی جا رہی ہے میری نگاہ میں وہ زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے It is adding insult to injury. اگر عوام کی خواہشات کا انہیں کچھ لحاظ کرنا ہے تو انہیں اپنے non-development expenditure کو اپنے life style کو تبدیل کرنا ہوگا۔ جناب والا! اتنے زیادہ اضافے کے کیا اثرات ہوں گے۔ جناب والا! سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ پٹرولیم، ڈیزل، مٹی کا تیل، پٹرولیم کی مصنوعات ان تمام کے نتیجے میں ملک میں ٹرانسپورٹ کاسٹ میں اضافہ ہوگا جو شروع ہو گیا ہے آج اور کل کے اخبارات میں ویگنوں کے کرائے ۳۳ فیصد سے لے کر

۵۰ فیصدی تک بڑھ گئے ہیں ٹرانسپورٹ کا سٹ کا اضافہ ایک input کا اضافہ ہے ملک کے تمام پیداواری نظام کے اندر یہ وہاں رُک نہیں جائے گا sympathetic rise ہوگا cost of production کے اندر اضافہ ہوگا۔ آئل تھرمل بجلی کو پیدا کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور تھرمل پاور مزید costly ہو جائے گی تو ملک کی تمام انڈسٹری اس سے متاثر ہوگی اور اس بنیادی input کی قیمت بڑھے گی تو لازمی طور پر اس کے دو اثرات ہوں گے ایک عام شہری کا standard of living گرے گا اس کے ساتھ ساتھ آمدنی میں اضافے کی کوئی بات نہیں کی گئی ہے بجٹ تو اس طرح پلان کیا جاتا ہے کہ اگر بیس روپے کا عوام پر بوجھ ڈالا جائے تو کم از کم پندرہ بیس روپے کا ریلیف بھی دے دیا جاتا ہے لیکن یہ منی بجٹ ایسا منی بجٹ ہے کہ ایک آدمی کی جیب سے ایک اچھی خاصی رقم اس کاسٹ کی بنا پر لے لی گئی ہے لیکن ایک عام شہری کو کوئی ریلیف نہیں دیا گیا اس کا پہلا نتیجہ یہ ہوگا کہ cost of living بڑھے گا لوگوں کے لئے مشکلات زندگی بڑھیں گی۔ پہلے ہی خاص طور پر مڈل کلاسز اور لوئر کلاسز سخت مصیبت میں گرفتار ہیں ان کا بوجھ اور بڑھ جائے گا دوسری چیز یہ ہے کہ ملک کی تمام مصنوعات کی قیمت بڑھ جائے گی cost of production بڑھ جائے گی اور اس cost of production کو سرمایہ دار absorb نہیں کرے گا بلکہ لازماً وہ اس کو price rise کی شکل میں لے کر آئے گا تو یہ sympathetic effect عام consumer prices پر پڑے گا۔

جناب والا! اس کا اثر آپ کی ایکسپورٹ کے اوپر بھی پڑے گا اس لئے کہ آپ کی ایکسپورٹ کی export competitiveness کا راز آپ کی کاسٹ آف پروڈکشن پر ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک میں کاسٹ آف پروڈکشن کو بڑھنے دیا جاتا ہے اور ایکسچینج ریٹ کو گرا کر competitiveness پیدا کی جاتی ہے جو دراصل آج اور مستقبل کی اکانومی کو internationally auction کرنے کے مترادف ہے تو اس کا

تیسرا اثر آپ کی ایکسپورٹ پرائسز کے اوپر competitiveness ایکسپورٹ کے اوپر پڑے گا۔ اس کا چوتھا اثر خود میری نگاہ میں سرمایہ کاری کے اوپر پڑے گا اس لئے کہ domestic investment اور international investment دونوں متاثر ہوں گی۔ پہلے ہی انٹرنیشنل انویسٹمنٹ لا اینڈ آرڈر سچوایشن کی وجہ سے خائف ہے۔ حکومت کی غیر یقینی پالیسیز کی وجہ سے پرائیویٹائزیشن کے نعرے جن پر back-up action کوئی نہیں ان سب کی وجہ سے جو نام نہاد sanctions ہوئے ہیں وہ کاغذی ہیں حقیقی نہیں۔ نہ ملک سے سرمایہ لگ رہا ہے نہ باہر سے سرمایہ آرہا ہے لیکن اس کے نتیجے میں ڈومیسٹک انویسٹمنٹ اور فارن انویسٹمنٹ دونوں کے لئے زیادہ مشکلات پیدا ہوں گی۔

پھر جناب والا! میری نگاہ میں اس کے بڑے خراب اثرات زراعت کے اوپر پڑیں گے۔ میرے دوست محمد علی خان صاحب نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت زراعت کے بارے میں بڑی غلط پالیسی اختیار کئے ہوئے ہے اسے اندازہ نہیں ہے کہ آج ہمارا زراعت کا رکس مصیبت کے اندر مبتلا ہے میرا جن لوگوں سے direct رابطہ ہے اس کی بنا پر میں آپ سے کہہ سکتا ہوں کہ لوگ زراعت کو چھوڑ رہے ہیں اور زراعت کا کام آج سب سے زیادہ un-economic venture بن کر رہ گیا ہے قیمتوں میں یہ اضافہ اسے اور بڑھائے گا۔ خدا کے لئے زراعت کی فکر کیجئے آج تک یہ ملک اگر بچا رہا ہے اور ہمارا حال دنیا کے مفلوک الحال ممالک ایتھوپیا اور بنگلہ دیش کی طرح نہیں ہوا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ہماری زراعت نے ہمیں سہارا دیا آپ کو معلوم ہے کہ Manufacturing Industry میں سال گزشتہ میں اضافہ ۸ء۱ فیصد ہوا ہے جبکہ برانڈا اضافہ دس فی صد سے زیادہ کا تھا تو آپ کی Manufacturing Industry برے حال کے اندر ہے۔ کراچی کی صورتحال یا سندھ کی صورت حال آپ کے سامنے ہے پنجاب میں بھی کوئی

بہت بڑا فرق واقعہ نہیں ہوا ہے۔ لیکن زراعت نے ہمیں سنبھالا ہوا ہے اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زراعت کو خراب کرنا کاسٹ کو بڑھانا، ان کے لئے مشکلات پیدا کرنا، انہیں reasonable return نہ دینا یہ وہ چیزیں ہیں جس سے ملک کی زراعت متاثر ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے اثرات cast of living پر ایک basic input کی وجہ سے ٹرانسپورٹ کاسٹ کے اوپر تھرمل پاور کی وجہ سے الیکٹرسٹی کاسٹ کے اوپر اس کے نتیجے کے طور پر consumer and manufacturing price میں ایکسپورٹ competitiveness کے بارے میں انویسٹمنٹ اور بالآخر زراعت کی تباہی یہ وہ ساری چیزیں ہیں اور اشک شوئی کے لئے جن دو چیزوں کے اندر ۵۰ فیصد کمی کی گئی ہے میں اسے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں یہ لازماً واپس لئے جانے چاہئیں اور ساری بچت آپ اپنے اصراف کو ختم کر کے کیجئے proper management کے ذریعے سے اور مجھے صاف نظر آرہا ہے کہ deficit financing میں جو حد رکھی گئی تھی وہ لازماً cross ہوگی آئندہ دو مہینے بڑے خطرناک مہینے ہیں اور محترم اکنامک ایڈوائزر صاحب نے بڑی خوب صورتی سے اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ شاید اس حد سے ہمیں آگے بڑھنا پڑے گا تو وہ ضرب مومن کی وجہ سے ہو گی یہ اچھا ضرب مومن کا سہارا آپ نے لیا ہے اپنی شاہ خرچیوں کو دیکھئے اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ بھی ہمیں صاف نظر آرہا ہے۔ اور ہم warn کرتے ہیں آپ ملک کو معاشی تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں اور اگر اس کو بروقت check نہ کیا گیا تو مجھے ڈر ہے کہ ملک بہت بڑے معاشی بحران سے دوچار ہوگا خدا ہمیں اس سے بچائے اور خدا ہمیں ان لوگوں سے بچائے جو قوم اور ملک کو اس طرف لے جا رہے ہیں.....

جناب چیئرمین: شکریہ جناب! جناب سعید قادر صاحب۔

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سعید قادر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! میرے بھائی پروفیسر خورشید صاحب نے اتنے مستند دلائل حکومت کے سامنے پیش کئے ہیں کہ ان میں اضافہ کرنا بہت مشکل کام ہے حکومت نے جو اقدام اٹھایا ہے اس سے اس ملک کو تباہی کی طرف کس تیزی سے جانا پڑ رہا ہے، اس کے اثرات اگر کم ہو سکتے ہیں تو کس طرح کم ہو سکتے ہیں، اس سلسلے میں کچھ تجاویز آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

اس سے پہلے کہ میں اپنے دلائل پیش کروں، میرا خیال ہے کہ میں پہلے وزیر مملکت برائے خزانہ کی بجٹ اجلاس ۱۹۹۰ء - ۱۹۸۹ء میں قومی اسمبلی میں کی گئی تقریر سے کچھ اقتباسات آپ کے سامنے پیش کروں۔ صفحہ ۴ پر فرماتے ہیں۔

"اس سال قیمتوں میں جو اضافہ ہوا۔ وہ ماضی کی پالیسیوں کا نتیجہ تھا۔ یہ ایک عام سمجھنے کی بات ہے کہ تمام اقدامات کے نتائج فوراً ظاہر نہیں ہوتے مثلاً آج جو بیج بویا جاتا ہے وہ قدرت کے نظام کے مطابق مہینوں بعد پھل دے گا۔ اسی طرح حکومت کے بے حد و حساب خساروں اور قیمتوں پر ان کے اثرات میں ہمیشہ ایک وقفہ ہوتا ہے۔"

یہ ان کا پہلا قدم ہے اس دلیل کو ثابت کرنے کے لئے، اس سے آگے چلئے، وہ صفحہ ۸ پر فرماتے ہیں۔

"اس بجٹ کی مہم کے سلسلہ میں ہم نے کفایت شعاری کے لئے کئی اقدامات کا فیصلہ کیا ہے۔ ہم میں سے اکثر کو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ صرف سٹیشنری پر وفاقی حکومت کا خرچہ ۴۷ فیصد کی سالانہ شرح مرکب سے بڑھتا رہا ہے اور یہ ۸۸-۱۹۸۷ء میں ۱۴ ملین روپے تھا۔ اسی طرح تحائف اور مہمانداری کے اخراجات پر اضافہ کی سالانہ شرح مرکب

۵۸ فیصد رہی ہے۔ پٹرول وغیرہ کے اخراجات ۶۰ فی صد، ٹیلیفون اور ٹرنک کال کے ۹۳ فیصد، سول انتظامیہ کے صرف ٹرانسپورٹ کی مرمت اور دیکھ بھال پر تقریباً ایک ارب روپیہ سالانہ خرچ کیا جا رہا ہے۔"

میری حکومت سے گزارش ہے کہ وہ ثابت کریں کہ کیا ان کے پندرہ مہینوں کے اخراجات جو ہیں کیا وہ ان سے دوگنا نہیں ہیں اگر ایسا نہیں ہے تو میرا خیال ہے کہ ایسی صورت میں ہم اپنے یہاں دیئے گئے سارے statements واپس لے لیں گے۔ خاص طور پر ٹیلیفون کا استعمال، کاروں کا استعمال، ہوائی جہاز کا استعمال اور اس طرح کی دیگر چیزوں کا استعمال زیادہ ہوا ہے۔

تیسری چیز جس پر آج ڈائریکٹ بات ہو رہی ہے یہ ہے پٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتیں۔ اس حوالے سے میں صفحہ ۲۵ سے پڑھتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

"خام تیل کی درآمدی قیمت میں اضافہ کی وجہ سے development surcharge کی مد میں کمی واقع ہوئی جو ۱۳ ارب ۹۰ کروڑ روپے سے کم ہو کر ۱۰ ارب ۴۰ کروڑ روپے رہ گئی۔"

اگر آپ کو یہ پتہ تھا تو پھر حکومت نے کیوں مناسب نہیں سمجھا کہ اس وقت ۷ یا ۸ فیصد قیمتیں بڑھا دی جائیں کیونکہ آپ تو ایک عوام کی حکومت ہیں، آپ کو کیا تکلیف ہے کہ آپ اس کے لئے عوام کے سامنے نہیں جا سکتے اور اپنی تکالیف ان کے سامنے پیش نہیں کر سکتے کہ یہ ان چیزوں کا پرانی حکومت بیڑہ غرق کر گئی ہے، اب ہم اس کو صحیح کریں گے اس لئے آپ کو اپنی پیٹی کسنی پڑے گی، آخر پرتاب سنگھ نے ہندوستان میں ایسا کیا ہے یا نہیں کیا ہے؟ اس نے بھی پٹرولیم کی قیمتیں بڑھائی ہیں، اس نے بھی کہا ہے کہ میں rationing introduce کروں گا۔ کیا آپ کی حکومت میں اتنی ہمت نہیں ہے۔ اگر نہیں ہے تو پھر کسی

[Lt. Gen. (Retd) Saeed Qadir]

اور کو موقع دیجئے کہ وہ حکومت کرے اور وہ ان چیزوں کے بارے میں تصفیہ کرے۔ اس کے بعد حکومت کا اقدام ای سی سی کے ذریعے قیمتیں بڑھانے کا آتا ہے۔ میرے دوست پروفیسر خورشید صاحب نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ Economic Adviser نے اپنی پریس کانفرنس میں فرمایا تھا کہ ساڑھے سات بلین روپیہ development surcharge کے لئے مل جائے گا جو کہ ایک ٹیکس ہے، جناب چیئرمین! میں آپ کے سامنے آئین کا آرٹیکل ۷۳ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اس میں لکھا ہوا ہے۔

"For the purposes of this Chapter, a Bill or amendment shall be deemed to be a Money Bill if it contains provisions dealing with all or any of the following matters, namely:-

(a) the imposition, abolition, remission, alteration or regulation of any tax;"

اگر یہ development surcharge ہے جو کہ پریس کے سامنے قبول کیا گیا ہے جو کہ ایک ٹیکس ہے تو پھر میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ٹیکس کیوں لگایا گیا ہے جب کہ قومی اسمبلی بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ کیا طریقہ ہے قومی اسمبلی میں کیوں نہیں جاتے، جہاں پر ان کی majority ہے اور جہاں پر وہ اپنی majority claim کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کو کسی قسم کی کوئی فکر نہیں ہونی چاہیئے، وہ اس مسئلہ کو اپنے نمائندوں کے سامنے لے جائیں، اور اس کے متعلق وہاں سے sanction لیں۔ اسے انہیں سینٹ کے پاس توڑے کر نہیں آنا ہے۔ تو ایک منی بل کو ایک چور دروازے سے لانے کے طریقے اسی حکومت نے اختیار کئے ہوئے ہیں۔

تیل کی مصنوعات کی قیمتیں بڑھانے کا اثر قومی معیشت پر ایک بڑے دھچکے کی طرح ہوگا۔ جناب والا! آپ سب سے پہلے بجلی کو لے لیجئے۔ میرا خیال ہے کہ واپڈا بجلی کی پیداوار کے لئے ڈیڑھ / دو

ملین ٹن Furnace oil استعمال کرتا ہے اس لئے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بجلی کے نرخوں میں ۱۶/۱۷ فیصد کا اضافہ نہ کرے۔ کیونکہ آج سے جب Furnace oil کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں جو کہ خاص طور پر واپڈا کے لئے امپورٹ کیا جاتا ہے، یہ خسارہ وہ کہاں سے پورا کریں گے۔ یا تو وہ خسارے میں جائیں گے یا یہ قوم خود تیار ہو جائے کہ انہیں اگلے چند ماہ میں کم از کم ۱۷ سے ۲۰ فیصد اضافہ بجلی کے نرخوں میں ادا کرنا ہوگا۔ اگر خسارہ میں ہی چلنا ہے تو کیا بہتر نہیں تھا کہ آپ اس خسارے کو بجٹ تک چلنے دیتے۔

جناب والا! بات یہ ہے کہ اس وقت کیونکر پٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتیں بڑھائی گئی ہیں، یہ قیمتیں اس لئے بڑھائی گئی ہیں کہ اس نے جون کے بجٹ میں ساڑھے بارہ فیصد سیلز ٹیکس تو لگانا ہی لگانا ہے، اگر ساڑھے بارہ فیصد سیلز ٹیکس لگانا ہی ہے جس across the board کو بڑے عرصہ سے مشتہر کر رہے ہیں، تو پھر یہ حکومت کس طرح عوام کا سامنا کرے گی کہ ایک طرف حکومت وقت پٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتیں بھی بڑھائے، جنرل سیلز ٹیکس بھی بڑھائے، بجلی کے نرخ بھی بڑھائے اور دیگر مختلف چیزوں کے جو rate بڑھے ہیں ان کا سامنا بھی نہ کرے، اس لئے انہوں نے سوچا کہ بہتر یہی ہے کہ چور دروازے سے اس موقع پر اس پندرہ فیصد کا اضافہ کر دیا جائے، سیلز ٹیکس بعد میں تو لگانا ہی ہے۔ اب یہ جو راتوں رات ڈیزل اور مٹی کے تیل کی بڑھائی گئی قیمتوں کو پچاس فیصد کم کیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کی وجہ بھی ہمیں صرف ایک گولی دینا ہے کہ شاید ہم رو دھو کر، آنسو پونچھ کر بیٹھ جائیں کہ بھائی اب ڈیزل میں کمی ہو گئی ہے۔ جناب والا! کوئی سوزوکی، وین، پک اپ یا کار، ڈیزل سے نہیں چلتی یہ چیزیں کسی امیر آدمی کے استعمال میں نہیں ہوتی ہیں، اسے سب غربا استعمال کرتے ہیں آج کے اخبار "جنگ" میں لکھا ہوا ہے کہ سوزوکی، وین اور پک اپ

[Lt. Gen. (Retd) Saeed Qadir]

والوں نے نوٹس دے دیا ہے کہ اگر ان کے پچاس فیصد کرائے نہ بڑھائے گئے تو وہ اگلے ہفتہ سے ہڑتال پر چلے جائیں گے، آپ اخبار اٹھا کر پڑھ لیجئے۔ کیا یہی عوام کی حکومت ہے، یہی عوام کی حکومت ہے جو عوام کو confidence میں نہیں لینا چاہتی۔ اگر کوئی مشکلات ہیں تو پھر کیوں بیگم صاحبہ نے ۲۰ مارچ کے جلسہ میں لاہور میں نہیں کہا کہ میں یہ قیمتیں اگلے ہفتہ میں بڑھاؤں گی۔ اگر وہاں موجود ۲۰ لاکھ افراد ہاتھ اٹھا کر کہتے کہ ہمیں منظور ہے، اگر ایسا کرتیں تو ہمیں کیا اعتراض تھا۔ یعنی اس دن تو ہمت نہیں ہوئی۔ اس رات کو یعنی ۲۰ مارچ کی رات کو جس شایان شان طریقے سے بجلی جلائی گئی، اس کا کیا جواز تھا، حالانکہ یہ بجلی ۲۳ مارچ کو جلنی چاہیئے تھی، اس طرح سے ۲۰ مارچ کا بجلی کا اضافی خرچہ کس کے کھاتے میں پڑا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ حکومت کہتی ہے کہ ہمارے شاہی خرچے نہیں ہیں، ہم تو غریبوں کی طرح رہتے ہیں، بلکہ میں عرض کروں کہ یہ بجلی ۱۹ تاریخ کی رات سے ہی جلنی شروع ہو گئی تھی۔ جس ملک میں لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہو اور خاص طور پر دیہات میں اگر آپ جائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ کئی کئی گھنٹے بجلی نہیں آتی ہے، اس کے باوجود آپ نے ۱۹ اور ۲۰ مارچ کو جو چراغاں دیکھا ہے، اس کا کیا جواز بنتا ہے۔ لیکن قیمتیں بڑھاتے وقت اس بات کا ذرا بھی خیال نہیں آیا کہ قیمتیں ملک کے عوام پر کس طرح کا اثر ڈالیں گی۔

جناب والا! conservation کے سلسلے میں، میں آپ کے سامنے اس حکومت کے ایک وزیر کے الفاظ پڑھنا چاہتا ہوں، جس کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے، یہ ۱۲ فروری کا اخبار ہے،

"Energy saving government offices worst culprits -- Laghari. Sardar Farooq Ahmed Laghari has said that the government offices were the worst culprits in flouting energy conservation. The Minister made this observation during the course of discussion in Power Conservation."

یہ تو اس حکومت کا حال ہے، ان کے اپنے ایک وزیر فرما رہے ہیں کہ ہم اس قابل نہیں ہیں کہ ہم conservation کر سکیں۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر یہ حکومت اپنے پچھلے پندرہ ماہ میں صرف conservation کی طرف توجہ مبذول کرتی ہے تو کہتے۔ افیصد تک آپ crude oil کی امپورٹ کم کر سکتے تھے اور اس شعبے میں اس قوم پر بار ڈالنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اور اگر کوئی یہ کہتا کہ یہ نہیں ہو سکتا تو اس سلسلے میں میری ہمیشہ یہ دلیل رہی ہے کہ اگر آپ سے نہیں ہو سکتا تو آپ ایک طرف ہو جائیے، ہمیں موقع دیجئے ہم آپ کو کر کے دکھائیں گے۔ لیکن باتیں کرنے سے یا قیمتوں میں اضافہ کر کے عوام پر بوجھ ڈالنے سے یہ مسائل حل نہیں ہو جاتے اس لئے پہلے گورنمنٹ کو چاہیے کہ وہ اپنی سمت سیدھی کرے اور ایسا کرنے کے لئے As they say in Engl... harity begins at home تو وہاں سے آپ شروع کیجئے، اس کے بعد آپ سارے بوجھ قوم پر ڈالئے۔

پچھلے پندرہ مہینے میں جو industrial growth ہوئی ہے اس کے اعداد و شمار آپ کے سامنے آ ہی جائیں گے۔ جون نزدیک بھی آ رہا ہے۔ دس گیارہ فیصد سے industrial growth جو ہوتی تھی وہ گر کر چھ سات فیصد پر آ جائے گی۔ وہ بھی بہت کمال کی بات ہو گی اگر وہاں تک ہو۔ کیونکہ جب تک لا اینڈ آرڈر نہیں ہو گا industrial growth نہیں بڑھ سکتی۔ جب تک infra-structure نہیں ہو گا industrial growth نہیں بڑھ سکتی۔ پچھلے بارہ پندرہ مہینے میں کیا infra-structure ہوا ہے۔ شور بہت مچا ہے کہ بجلی پیدا ہوئی ہے لیکن انڈسٹری پر بجلی کی جو کاٹ لگی ہوئی ہے، اس سے دیکھئے آپ کا کیا حال ہو رہا ہے گھروں میں چراغاں ہے لیکن انڈسٹری بند ہے۔ کیونکہ منہ ہمارے بند کرنے ہیں کیونکہ گھروں والے زیادہ شور مچائیں گے۔ انڈسٹری والا تو اپنی فیڈریشن میں جا کر شور مچاتا ہے کہ جناب بجلی ملے تو ہم کام کریں۔

[Lt. Gen. (Retd) Saeed Qadir]

ایکسپورٹ کیسے ہو گی کل بھی روپے کی قیمت تین پیسے کی شرح سے کم ہو گئی ہے۔ آخر ہمارا روپیہ کم کیوں ہو رہا ہے۔ اس لئے صرف کہ ہم اس export achieve نہیں کر سکتے واسطے کہ ہم competitive نہیں ہیں۔ ہم کیسے ہوں گے competitive جب ایک طرف مصنوعات کی قیمت infra-structure کی وجہ سے بڑھ رہی ہے بجلی اور اس کے علاوہ petroleum products اور جو مصنوعات raw material آپ پیدا کریں گے ان کو آپ نے یہیں پیدا کرنا ہے فیکٹری تک پہنچانا ہے۔ فیکٹری سے اس کو بندرگاہ تک پہنچانا ہے۔ ٹرانسپورٹ کی cost ہی آپ کی کمر توڑ رہی ہے۔ ابھی آپ دیکھئے کہ ریلوے کا کیا حال ہوتا ہے۔ کیونکہ ڈیزل تو وہ استعمال کرتے ہیں۔ اب چلیں پچاس فیصد کے اوپر بھی۔ ڈیزل کا بل جس وقت ریلوے کو ملے گا، تو اس کا خسارہ ہم دیکھیں گے کہ فنانس والے کیسے پورا کرتے ہیں سوائے اس کے کہ کرایوں میں اضافہ کیا جائے۔ حکومت کو یہ سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیئے تھی کہ دنیا میں اگر پٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں یا گھٹ رہی ہیں تو ان کا long term جائزہ لیا جاتا۔ جہاں تک مجھے علم ہے پاکستان بھی تین چار سال کی مدت کے معاہدے کرتا ہے اور شاید کویت پٹرولیم کمپنی سے ہمارا معاہدہ ہے۔ وہ کب ختم ہو رہا ہے اس کا ہمیں علم نہیں اور نہ ہی ہمیں بتایا جاتا ہے۔ لیکن میں آپ کے سامنے دنیا میں جو تیل کی پوزیشن ہے وہ پیش کر دیتا ہوں۔ یہ میگ کا 'ECONOMIST' ہے۔ اس کے جناب تھوڑے سے اقتباسات سن لیجئے۔

"There will be much back slapping when OPEC Ministers meet in Vienna on June 5th."

یہ پانچ جون ۱۹۸۹ء کی بات ہے۔

"Oil prices have slipped by three dollars since April's peak but the balance still fetches around OPEC's eighteen dollar target."

یہ اوپیک کا اٹھارہ ڈالر کا ٹارگٹ ہے۔ یہ brand prices ہیں ہماری پرائسس جو ہوتی ہیں وہ ڈھائی ڈالر اس سے کم ہوتی ہیں۔

"Before the cartel agreed on new oil output quotas in November, the price languished at twelve dollars."

جیسا کہ پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ بتیس ڈالر سے گر کر بارہ ڈالر پر آئی۔ اس وقت ہم نے پٹرولیم کی قیمتوں میں کوئی کمی نہیں کی جس سے ان کو فائدہ ہو جو اسے استعمال کرتے ہیں۔ اب اگر قیمت بارہ سے چودہ یا سولہ چلی بھی گئی ہے تو حکومت یہ کیسے کہہ سکتی ہے کہ ان پر اتنا بار پڑ گیا ہے، development surcharge کم ہو گیا ہے، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کم ہونے دیجئے۔ پٹرولیم پروڈکٹس پر development surcharge کوئی must تو نہیں ہے۔ جب آپ نے پی آئی اے پر ایکسائز ڈیوٹی لگا دی۔ ریلوے پر ایکسائز ڈیوٹی لگا دی۔ میرا خیال ہے اس بجٹ میں انشاء اللہ ہمارے بولنے پر بھی اسمبلی اور سینٹ میں ایکسائز ڈیوٹی لگ جائے گی۔ کیونکہ اب حکومت کو سمجھ میں نہیں آ رہی کہ پیسہ کہاں سے بٹورے۔ تو جو چیز ان کو مل گئی ہے وہ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جبکہ دنیا میں قیمتیں گر رہی ہیں اور دنیا predict کر رہی ہے کہ that the OPEC prices are going to come down اگر اگلے مہینے قیمتیں کم ہو گئیں تو کیا حکومت یہ گارنٹی دیتی ہے کہ یہ اضافہ واپس لے لے گی بلکہ اگلے مہینے کیا، یہ میں نے آپ کو ٹائمز کا پڑھ کر سنایا تھا۔ یہ جون کا سن لیجئے۔

"There is a two dollar barrel fall in oil prices since Vienna meeting; It was on the 5th of June.

یہ ECONOMIST میرا اخبار نہیں ہے۔ یہ دنیا کا اخبار ہے۔ تو جو اٹھارہ ڈالر پر ایس تھی وہ ایک مہینے میں سولہ ڈالر تک گر گئی۔ کن basis پر حکومت کو suddenly خیال آ گیا پندرہ مہینے کے بعد کیونکہ میں یہ اعداد و شمار

ہی مزے ہیں۔ خیر کرپشن تو ان کو sun کرتی ہے اس پر السان کو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ وہیں سے تو پیسہ بنانا ہے اور کیوں نہ بنائیں۔ چند دن کی راجدھانی ہے اٹھائیے اس کا فائدہ۔ یہ ایسی حکومت جو صبح شام جمہوریت کے دعوے کرتی ہے۔ یہ اس کی اقدار کی باتیں نہیں ہیں کہ اگر ایک آئینی طریقہ اس ملک میں موجود ہے، آپ کسی چیز پر ٹیکس لگانا چاہتے ہیں، آپ جمہوری طریقے کو اختیار کریں۔ آخر کوئی وجہ بھی نہیں ہے کہ آپ چھ ہفتے اور انتظار نہ کر سکتے۔ چھ ہفتوں میں اگر تھوڑا سا خسارہ بڑھ جاتا تو حکومت کو برداشت کرنا چاہیئے تھا۔ یہ حکومت کا ہی کام ہے۔ اگر راتوں رات آپ ڈیزل اور مٹی کے تیل کی قیمت پچاس فیصد کم کر سکتے ہیں۔ راتوں رات۔ اس لئے کہ غریب آدمی ـــــ اس سے پہلے جو میٹنگ ہوئی تھی اس میں آپ کو غریب آدمی کا خیال نہیں آیا۔ یہ کل رات کو الہام ہونے کی بات تھی کہ خیال آیا کہ غریب آدمی پر بوجھ پڑ رہا ہے کہ وہ مٹی کا تیل استعمال کرتا ہے صرف امراء کے گھروں میں استعمال نہیں ہوتا شاید ECC سے غلطی ہو گئی تھی۔ غلطی تو ہونی ہے۔ ECC میں جا کر دیکھیں وہاں مچھلی مارکیٹ بنی ہوئی ہے۔ ECC وہ نہیں ہے جو پہلے ہوتی تھی۔ میرے بھائی نے فرمایا تھا کہ وہاں پانچ چھ منسٹر ہوتے ہیں، وہاں پانچ چھ نہیں سارے منسٹر موجود ہوتے ہیں چاہے ان کا تعلق ہو یا نہ ہو۔ سارے سیکرٹری موجود ہوتے ہیں آپ نے دیکھا نہیں وہاں میلہ سا لگا ہوتا ہے۔ اسی لئے تو وہاں فیصلے ایسے غلط ہوتے ہیں اگر وہاں پر سوچ و بچار کا ٹائم ہو تو پھر فیصلے صحیح ہوں گے اور نہ یہ ECC کی پاور میں ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرتی۔ یہ فیصلہ کیبنٹ بھی نہیں کر سکتی۔ یہ فیصلہ صرف نیشنل اسمبلی کر سکتی ہے جن کا حق بنتا ہے جمہوری روایت کے مطابق کہ ٹیکس اگر قوم پر لگنا ہے تو صرف قومی اسمبلی کے سامنے آ سکتا ہے۔ تیل کی قیمتیں بڑھائی ہیں اس لئے ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ تیل کی production کو کسی طرح بڑھایا جائے۔ لیکن وہ کس طرح ہو سکتا ہے جب تک کہ اس

آپ کو مئی، جون ۱۹۸۹ء کے دے رہا ہوں۔ کیا وجہ ہے اس وقت حکومت کو ہوش نہیں تھا اور ہوش تو تھا کیونکہ وزیر خزانہ صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ development surcharge ہمارا کم ہو رہا ہے۔ اگر کم ہو رہا تھا تو پانچ چھ سات فیصد ہی کم ہوتا جسے اس وقت بڑھا دیتے قوم کے سامنے جاتے کہ ہاں ہماری یہ مجبوری ہے۔ اب جو آپ قوم کے سامنے آئے، اس وقت جو بار آپ ڈال رہے ہیں جبکہ بجٹ نے ابھی آنا ہے تو جو تنخواہ دار طبقہ ہے اس کا کیا حال ہو گا۔ پنشن یافتہ جو لوگ ہیں خواہ وہ سول کے ہوں یا فوج کے، جو آج پنشن پر جا رہا ہے ان کی پنشن آپ دیکھ لیجئے اور جو دس پندرہ یا بیس سال پہلے پنشن پر گیا تھا ان کی پنشن آپ دیکھ لیجئے۔ ان بے چاروں کو دو وقت کی روٹی نہیں مل رہی۔ کیونکہ ان کی پنشنیں اسی جگہ منجمد ہیں جو دس پندرہ بیس سال پہلے تھیں۔ inflation rate کے اضافے کو تو آپ خود مانتے ہیں۔ اپنے منہ سے آپ کہہ رہے ہیں۔ چاہے کسی حکومت کا بھی ہو کہ وہ بارہ چودہ پندرہ اٹھارہ فیصد ہے۔ تو اسی حساب سے آپ پنشن کی indexing کر دیجئے۔ لیکن اس طرف توجہ نہیں دی جاتی کیونکہ ان کی silent majority کچھ کہہ نہیں سکتی۔ وہ کس کے سامنے جائیں۔ نہ اخبار ان کی سنتے ہیں۔ نہ حکومت ان کی سنتی ہے۔ وہ کہاں جائیں۔ لہٰذا حکومت یہ یقین دہانی کرائے کہ اس بجٹ میں وہ ہر تنخواہ دار کو suitable increase دے گی ڈھائی تین چار فیصد سے کام نہیں چلے گا۔ اگر آپ نے ایک چیز کی قیمت بڑھائی ہے جس سے قیمتیں بڑھ گئی ہیں۔ ابھی تو آگے چل کر دیکھئے گا۔

میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ ساڑھے بارہ فیصد across the board, general sales tax آئے گا۔ جس میں آپ میں سے کسی کو شک نہیں ہونا چاہیئے۔ اور وہ جب آئے گا تو اس کے اثرات ہوں گے۔ اس کا براہ راست اثر corruption ہے۔ کیونکہ لوگوں نے اس سے جان چھڑانی ہے۔ اس لئے جنہوں نے وصول کرنا ہے ان کے مزے

[Lt. Gen. (Retd) Saeed Qadir

پر زور نہ دیا جائے۔ لیکن جہاں اس وقت تیل مل رہا ہے یا توقعات ہیں وہ سندھ کا علاقہ ہے۔ سندھ کے علاقے میں چار کمپنیاں پہلے ہی اپنا کام بند کر چکی ہیں۔ اس لئے کہ امن و امان کی صورت حال ایسی تھی تو آپ تیل کی production کیسے بڑھائیں گے۔ اگر اس ملک کے سامنے ایک problem ہے تو آپ کی حکومت کا فرض ہے کہ اسے حل کرے۔ یا غیر ملکی کمپنیوں کو تحفظ دیں۔ کل بھی شاید Board of Investment نے کسی فارن کمپنی کو oil exploration کی sanction دی ہے sanction کی تو کوئی کمی نہیں Textile mills are being sanctioned by the hundreds

جناب چیئرمین: wind up کریں سعید قادر صاحب۔

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سعید قادر: جی بہت اچھا۔ اور مجھے خدشہ یہی ہے کہ یہ جو ساڑھے سات بلین روپیہ جمع کیا جا رہا ہے۔ وہ بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لئے نہیں ہے۔ وہ اس لئے ہے کہ جن لوگوں کو sanctions دی ہوئی ہیں ان کو پیسہ کہاں سے دیا جائے کیونکہ نہ DFIs کے پاس پیسہ ہے نہ بینکوں کے پاس پیسہ ہے نہ سٹیٹ بنک کے پاس پیسہ ہے۔ اگر پیسہ نہیں ہے تو کہیں سے تو پیسہ آنا ہے۔ تو یہ پیسہ استعمال ہو گا ان چیزوں پر جن کو آپ فضول خرچی کہتے ہیں۔ اور اگر اس پیسے کی واقعی ضرورت تھی تو پورا سال موجود تھا۔ اس وقت تخمینے دیئے گئے تھے کہ دس ملین روپیہ ہمارے پاس revenue resources میں جمع ہو گا اس وقت اگر سترہ ملین کی ضرورت تھی تو آپ کو وہی اقدامات اٹھانے چاہئیں تھے جو بجٹ کے موقع پر ہوتے ہیں میری اس حکومت اور عوام سے درخواست ہے کہ وہ اسی وقت حکومت کے ساتھ تعاون کریں جبکہ حکومت اپنا بھرم اسی طرح رکھے جو کہ Constitution میں دیا ہوا ہے اگر Constitution پر عمل کرنے میں irregularities ہوتی ہیں تو ہمارا فرض نہیں بنتا کہ ہم ان کو accept کریں

ان کے خلاف ہم باقاعدہ agitation کریں گے اور ہر قدم اٹھائیں گے کہ Constitution کے مطابق چلنا چاہیئے آپ کا شکریہ چیئرمین صاحب!

جناب چیئرمین: جناب بجرانی، مختصر تقریر کریں تاکہ،

I can accommodate maximum speakers

میر ہزار خان بجرانی: بہت بہت شکریہ! جناب چیئرمین، میں سمجھتا ہوں کہ بہت ساری پتے کی باتیں محترم سینیٹرز صاحبان کر چکے ہیں لیکن جناب والا! اس میں صرف ایک پہلو سے میں اضافہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ ہے agriculture sector، آپ کو یاد ہوگا کہ جب صدر محترم کی تقریر پر یہاں بجٹ چل رہی تھی تو اس وقت بھی میں نے اس پہلو پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی تھی اور کچھ اعداد و شمار ایوان کے سامنے پیش کئے تھے کیونکہ یہ ایک ایسا سیکٹر ہے بدقسمتی سے جو ملک کی پیداوار میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے لیکن اس کے مفادات کا صحیح طور پر خیال نہیں رکھا جاتا اور وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ دیہات میں رہنے والی اکثریت جیسے میرے دوست نے فرمایا کہ وہ تعلیم سے محروم ہے وہ media propaganda سے بھی محروم ہے اور ان کی آواز پر توجہ بھی نہیں دی جاتی جناب یہ جو fertilizer کی price میں increase آئی ہے میں اس کی percentage سے قطعاً agree نہیں کرتا جو یہ دو دن پہلے increase بتائی گئی ہے کہ maximum ۲۵ فیصد، تقریباً ۲۶ فیصد maximum اس میں increase آئی ہے جناب دیکھنا یہ ہوگا کہ taxes تو آپ جانتے ہیں کہ بجٹ کے وقت ہی پر لگائے جاتے ہیں ہاں mini-budget بھی کبھی کبھار ضروری ہو جاتے ہیں لیکن یہ نہ تو بجٹ کا وقت ہے نہ mini-budget کا، کیونکہ mid-term میں ایک mini-budget آتا ہے اب دوسرا بجٹ آنے والا ہے اور دو ماہ پہلے آپ اتنا بڑا بوجھ لوگوں پر ڈال دیتے ہیں میں تو یہ سمجھوں

گا کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کہ جب بجٹ آئے تو ہم عوام سے کہیں کہ صاحب دیکھئے ہم نے عوامی حکومت ہوتے ہوئے آپ پر کوئی بوجھ نہیں ڈالا جبکہ بیچ میں چھوٹے چھوٹے dozes دیتے دیتے عوام پر غریب لوگوں پر اور خاص طور پر دیہاتیوں پر اتنا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے کہ جو ان کی برداشت سے بھی باہر ہو جاتا ہے اب fertilizer کو آپ صرف لے لیجئے گا اس میں جناب نومبر ۱۹۸۸ء میں پہلے بھی میں نے اس کا اشارہ کیا تھا جب یہ حکومت اقتدار میں آرہی تھی دسمبر کے انتخابات سے پہلے اس وقت کی قیمتیں اور جو قیمت آج بڑھا کر fertilizer کی کی گئی ہے اس میں جناب صرف ۱۶ ماہ کا وقت ہے یعنی یہ دو سال بھی نہیں ہیں Just 16 months، اور اس ۱۶ ماہ میں price of DAP ۱۸۵ سے بڑھا کر ۲۱۷ روپے کر دی ہے اور اس طرح سے یہ 17.30% ان کی increase ہے نہ کہ جس طرح انہوں نے کل اعداد و شمار بتلائے ہیں کہ ڈی اے پی میں صرف چھ اعشاریہ نو فیصد Inerease ہے بالکل یہ غلط ہے اسی طرح سے مختلف products ہیں مثلاً SOP ہے اس میں جناب انہوں نے 48.6% increase کی ہے کہاں ۲۵ فیصد اور کہاں ۴۸ فیصد نومبر ۱۹۸۸ء میں ۷۲ روپے کی SOP کی ایک پوری بکتی تھی آج اس کی بوری کی قیمت ایک سو سات روپے ہے اب آپ اندازہ کیجئے ایک کسان ایک چھوٹا زمیندار ایک کاشت کار کس طرح اتنا بوجھ برداشت کرے گا یعنی 48.61% increase آپ ۱۶ ماہ میں کرتے ہیں ایسی چیزوں پر جو کہ آپ کی agriculture کے لئے نہایت ضروری ہیں اور آپ کی economy ہی agriculture پر based ہے اس کے ساتھ اتنی زیادتی اور اتنا ظلم کیوں ہو رہا ہے۔

جناب والا! اسی طرح سے مختلف items ہیں جن کی لمبی چوڑی لسٹ یہاں آئی ہوئی ہے اور میں آپ کی information کے لئے ان میں سے چند چیزیں پیش کرنا چاہتا ہوں جیسے ٹی ایس پی ہے اس کی

قیمت نومبر ۱۹۸۸ء میں ۱۲۸ روپے تھی آج اس کی قیمت ۱۶۱ روپے کردی گئی ہے اس میں بھی 25.78% increase کی گئی ہے تو یہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر انہیں یہ impression دیا جارہا ہے کہ ناگزیر حالات کی وجہ سے کسی مجبوری کی وجہ سے International Monitary Fund کے دباؤ کے تحت ہمارے لئے یہ ساری چیزیں کرنا ناگزیر ہوگئی تھیں تو جناب یہ International Monitary Fund کا دباؤ جس وقت یہ بجٹ پیش کررہے تھے اس وقت بھی موجود تھا انہیں چاہیئے تو یہ تھا کہ اس وقت یہ increase کرتے تب تو بات کچھ سمجھ میں بھی آتی اس وقت تو انہوں نے اس قسم کی increase نہیں کی اور لوگوں کو خوش کرنے کے لئے ایک بات کہہ دی کہ صاحب ہم نے کوئی ٹیکس نہیں لگایا ہم نے کوئی اضافہ نہیں کیا اور بعد میں پھر وہ چھوٹے چھوٹے sugar quoted زہر کے dozes دیتے چلے گئے اور اللہ جانے آگے ہمارا حشر کیا ہوگا اور پھر عین رمضان کے شروع میں اس اضافے کا کوئی جواز سمجھ میں نہیں آتا۔ رمضان میں تو جناب ویسے بھی قیمتوں میں اضافہ ہوجاتا ہے ویسے بھی جیسے میں نے عرض کیا کہ دو ماہ بعد آپ کا نیا بجٹ آنے والا تھا آپ اس میں یہ اضافہ کردیتے پھر دیکھا جاتا۔ مٹی کا تیل غریب آدمی استعمال کرتا ہے دیہات کا آدمی استعمال کرتا ہے جناب شہروں میں تو مٹی کے تیل کے استعمال کی کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آتی وہاں تو آپ کے پاس گیس موجود ہے بجلی موجود ہے نہ وہاں دیئے جلانے کی ضرورت پیش آتی ہے نہ وہاں کھانا پکانے کے لئے مٹی کے تیل کی ضرورت پیش آتی ہے یہ تو ایسی چیز ہے جو دیہات کے لوگ غریب لوگ جن کے پاس دو وقت کی روٹی میسر نہیں وہ لوگ ایسی چیزوں کا استعمال کرتے ہیں اور خدارا agriculture sector پر دیہات کے لوگوں پر کچھ نظر ہونی چاہیئے ان کے interest کو مدنظر رکھیں اپنے taxes بڑھانے کے لئے اپنی شاہ خرچیاں پوری کرنے

کے لئے آپ پتہ نہیں کس قسم کے taxes لگاتے پھر رہے ہیں پٹرول کی قیمت بڑھا دی جناب اس سے ظاہر ہے جو afford کر سکتے ہیں ٹھیک ہے ایک روپیہ فی گیلن دے بھی دیں گے لیکن ان لاکھوں کروڑوں پاکستانیوں کا کیا بنے گا جو بسوں میں سفر کرتے ہیں جو منی بسوں میں سفر کرتے ہیں ٹیکسیوں میں جو سفر کرتے ہیں آخر ان کے کرایوں میں اضافہ ہو گا اور کیوں نہ ہو اگر آپ پٹرول کی قیمتیں بڑھائیں گے تو ظاہر ہے کہ کرایوں میں اضافہ تو ہونا ہی ہے وہ ناگزیر ہو جائے گا اور کرایوں میں اضافہ ہو گا تو بوجھ تو جناب گھوم پھر کر عام آدمی پر پڑے گا اسی غریب پر پڑے گا جو بے چارہ کسی روزگار کی تلاش میں یا کہیں دفتر جانے کے لئے روز سفر کرتا ہے کسی ٹیکسی میں یا کسی بس میں یا کسی منی بس میں سفر کرتا ہے۔ ان چیزوں پر نظر ثانی کرنی چاہیئے تھی اور اس کی کوئی justification نہیں بنتی۔

ایسی صنعتیں جناب جن میں ایندھن کے طور پر پٹرول اور ڈیزل استعمال ہوتا ہے اب ظاہر ہے وہ PRODUCTS جو ان صنعتوں سے نکلتے ہیں ان کی قیمتوں میں اضافہ ناگزیر ہو جائے گا اور وہ PRODUCTS استعمال وہی عام آدمی کرتا ہے یعنی ultimately یہ سارا بوجھ اسی آدمی پر پڑ جائے گا۔ justification یہ دی گئی ہے کہ صاحب پچھلی حکومتوں میں بھی اسی قسم کے mini-budgets آتے تھے تو جناب ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ ہم پچھلی حکومتوں کی روایتوں پر نہیں چلیں گے وہ مارشل لاء کی باقیات ہیں تو پھر آپ اس ضمن میں ان باقیات اور ان مارشل لاء کی حکومتوں کی پیروی کیوں کر رہے ہیں آپ تو عوامی حکومت ہیں آپ تو جمہوری حکومت ہے آپ کو تو لوگوں نے چنا ہے آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کے interest کو مدنظر رکھیں گے پھر اس کی نفی آپ اس طرح سے کیوں کرتے ہیں کہ آپ ایک ایسے نامناسب وقت پر پٹرول اور کھاد ان دو اہم اشیاء پر

increases کرتے ہیں جس کا بوجھ اسی عام آدمی پر پڑتا ہے جس کی نمائندگی کرنے کا دعویٰ آپ لوگ کر رہے ہیں میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا لیکن صرف اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ حکومت کی اپنی غلط اور ناقص منصوبہ بندی ہے جس کی سزا آج وہ پاکستان کے غریب عوام کو دے رہے ہیں آپ کا بہت بہت شکریہ!

جناب چیئرمین: جہانگیر شاہ جوگیزئی صاحب۔

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بجٹ ایک instrument ہے جس سے ملک میں ترقی بھی ہو سکتی ہے اور اسی بجٹ کی وجہ سے ملک میں بغاوت بھی ہو سکتی ہے۔ آج کل بجٹ ایک چیز کو نہیں کہا جاتا بلکہ ٹوٹل پلاننگ کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے تیار کیا جاتا ہے۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ ہمارے پاس وہ experts نہیں ہیں۔ بے شک ہیں۔ مگر شاید وہ ذہن نہیں رکھتے یا اسے استعمال نہیں کرتے کہ جس بجٹ سے نمٹنا ہو اس بجٹ کا کوئی اثر نہیں ہوتا اس سے لوگ متنفر ہوتے ہیں۔ ایوب خان کی حکومت اسی ایک معمولی اضافے سے تبدیل ہوئی اور جب آپ ایک ایسا بجٹ لائیں گے جس سے ایک بھی طبقہ محفوظ نہ ہو اور جو ہمارے وسائل ہیں وہ وسائل اتنے بوجھ کے اندر آجائیں کہ وہ آپ کو پروڈیوس نہیں دے سکیں گے تو پھر آپ اس کا دوسرا نتیجہ یہ دیکھیں گے کہ پھر آپ مجبوراً غیر ممالک سے اربوں میں foreign exchange خرچ کر کے خوراک منگوائیں گے۔ ہونا تو دراصل یہ چاہیے جو financial experts کہتے ہیں کہ پہلے وہ اپنے اخراجات کو کم کریں۔ دیکھیں میں سروس میں رہ چکا ہوں میں محکمہ خوراک میں جائنٹ سیکرٹری تھا Agriculture میں دو Joint Secretaries تھے اب وہی منسٹری کہاں تک پھیل گئی ہے اور وہ کیا کام کرتے ہیں جبکہ زراعت صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

یہاں پر تو صرف ایک Technical Research کی طرز کا شعبہ دے دیں تاکہ زمیندار اپنی اپنی زمینوں میں اس ٹیکنالوجی کو استعمال کریں اور وافر مقدار میں produce پیدا کریں۔ کیونکہ یہاں ریسرچ انگریزی زبان میں ہوتی ہے اور پھر وہ لائبریری کی زینت بن جاتی ہے۔ یہی میں نے Research Council کے بورڈ آف گورنرز میں بھی کہا کہ آپ کی ریسرچ جو ہے آپ ادھر کی بجائے کالجوں میں refer کر دیں اور جو لٹریچر ہے ان کو ساتھ extension بھی دے دیں تاکہ extension اور یہاں پر آپ جو ریسرچ کرتے ہیں وہ مل ملا کر آپ کی ٹیکنالوجی جو ہے وہ زمین تک پہنچ جائے اور اس سے ہمیں فائدہ اٹھانا ہے۔

پھر آپ ملازمتوں کی دوڑ دیکھیں آپ کے پاس ملازمت مانگنے آتے ہیں آپ نے خوامخواہ اسے کہیں ٹھونسنا ہے۔ میں پی آئی ڈی سی میں رہا ہوں اس میں چار ڈائریکٹر تھے ایڈمنسٹریشن سیکشن، منز لز فیکٹریز میرے پاس تھیں آج وہ ایک جداجدا راجدھانیاں بن گئی ہیں۔ ہر راجدھانی میں اس کا انچارج کوئی فالتو آدمی ہوتا ہے چنانچہ ہر شعبہ اتنا over staffed ہو گیا ہے کہ وہ منافع بخش ہو ہی نہیں سکتا جس کے نتیجے میں آپ ٹیکس لگا کر ان کو پالتے ہیں۔ بولان ٹیکسٹائل مل کی صورت حال ملاحظہ فرمائیں کیونکہ جس کارخانے سے کسی کا ذاتی تعلق نہ ہو وہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ ایک آدمی کو خوش کرنے کی خاطر یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ آپ ایک پولیٹیکل اور فنانشل precidence کا جو طریقہ ہے اسے استعمال نہیں کرتے۔ اگر آپ انگریزوں کے پانچ دس سال کے budgets دیکھیں تو شاید ایک پیسہ کا بھی دوسرے سال میں اضافہ نہ ہوا ہو نہ کبھی سال کے درمیان ضمنی بجٹ کا اضافہ کیا گیا ہوگا کیونکہ سب کو پتہ ہوتا ہے کہ ہم نے یہاں پیسہ خرچ کرنا ہے۔

اب آیئے بولان میڈیکل کالج کی طرف ۱۸ کروڑ روپے سے یہ شروع ہوا اب ایک ارب تک پہنچ گیا ہے کیوں پہنچ گیا ہر کام جب ہم

شروع کرتے ہیں وہ چار چھ مہینے کا ہوتا ہے مگر چھ سال گزر جاتے ہیں مکمل نہیں ہوتا۔ اور escalation ہوتا رہتا ہے اور اس سے ہمارا بجٹ کھا جاتے ہیں۔ O&M اس لئے بنائی گئی تھی کہ جتنی ضرورت ہے اس کو کہو آج ہم نے اس کو بھی توڑ دیا۔ مجھے یاد آیا کہ آپ کی Section Officers Scheme بھی ٹھیک ٹھاک نہیں چلتی پہلے ایک فائل چلتی تھی تو اس کی ایک ہسٹری ہوتی تھی اب ایک فائل کو نکالتے ہیں اور ایک پرچے پر lightly notes لے لیتے ہیں اور صحیح picture سامنے نہیں آتی ایک پی اے سی آتی ہے پھر دوسری پی اے سی اسی طرح کی آتی ہے اس کو جُدا deal کرتے ہیں آپ نے دفتروں کا حلیہ بگاڑ دیا۔ اب صورت یہ ہے کہ جب آپ کوئی کام شروع کرتے ہیں تو باہر سے کوئی ایکسپرٹ آجاتا ہے۔ اب باہر کا ایکسپرٹ آپ کی ضروریات کو تو نہیں سمجھتا آپ کے culture کو بھی نہیں سمجھتا وہ آپ کو وہ چیز دیتا ہے جو آپ نہیں سمجھتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سال ہا سال آپ اپنے کام کو صحیح ڈھنگ پر چلا نہیں سکتے۔ اس بجٹ نے آپ کو کافی سبق دیا تھا کہ کیسا بجٹ ہوتا ہے بجٹ میں کیا اعتراضات ہوتے ہیں بجٹ سے آپ معاشی صورت حال کو کیسے کنٹرول کرتے ہیں پاکستان جب بنا تو شروع میں ۹۶ کروڑ کا بجٹ تھا اب بڑھتے بڑھتے کہاں تک پہنچ گیا ہے بلوچستان میں جو ریفرنڈم ہوا تھا وہ اس بات پر ہوا تھا کہ ہمارا بڑا صوبہ تھا آمدنی ۷۰ لاکھ تھی اور خرچہ ڈھائی کروڑ۔ سارے صوبے میں سات ڈسٹرکٹ تھے پانچ پولیٹیکل ایجنٹ تھے۔ ۴ اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ تھے ۱۷ اے سی تھے ۲۸ تحصیلدار تھے ۳۲ نائب تحصیلدار۔ آپ نے ہر ایک کو ڈویژن بنا دیا۔ بھئی ڈویژن کی بات کیا ہے آبادی کی بنیاد پہ ڈویژن ہونی چاہیئے۔ گورنر نے ۴۰ فیصد میں سے ۱۰ فیصد ہمارا حصہ کاٹ لیا ہم نے کہا چلو یہ تمہارا کمیشن ہے۔ اب ڈویژن بنا دیئے۔ مکران کا ڈویژن بنا نصیر آباد ڈویژن بنا۔ نصیر آباد ایک سب ڈویژن تھا جس کا میں اے سی رہ

[Nawabzada Jehangir Shah Jogazai]

چکا ہوں۔ مری بگٹی سب ڈویژن تھا اب آپ نے اس کو ڈسٹرکٹ بنا دیا۔ یہ سب کو ایک لیویز کنٹرول کرتا تھا بابا تمہیں کچھ سمجھ ہے کچھ ایڈمنسٹریشن سے سیکھا ہے۔ بلوچوں اور پٹھانوں کو بس یوں کرو" اس کو یوں کرو....."

جناب چیئرمین : نواب صاحب اب آپ windup کریں۔

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی : جناب میں وہ باتیں بتاتا ہوں۔ آپ اس خرچ کو ختم کریں .....

جناب چیئرمین : باقی پھر رہ جائیں گے ہمارے دو گھنٹے۔

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی : پھر میری یہ باتیں رہ جائیں گی .....

جناب چیئرمین : یہ پھر کر لیں گے۔

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی : میں وہ باتیں کر رہا ہوں دیکھیں قلات کی ٹوٹل آمدنی ۲۲ لاکھ تھی اب بلوچستان کا خرچ دیکھو۔ تو نہ کرو۔ کیوں خرچ کرتے ہو۔ development پر خرچ کرو.....

جناب چیئرمین : اس کا تیل سے کیا تعلق ہے۔

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی : جناب بجٹ سے تعلق ہے آپ تیل سے غریب کے اوپر بوجھ ڈالتے ہیں ادھر آپ فضول خرچی کرتے ہیں کسی چیز پر تو ٹیکس لگنا ہے زراعت پر تو آپ ٹیکس لگا نہیں سکتے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو دیکھیں۔ بلوچستان کو سنٹرل گورنمنٹ جو پیسے دیتی ہے اس سے development کراؤ۔ ان کو کہو کہ گندم پیدا کرو" فوڈ پیدا کرو"۔ اسی طرح پنجاب میں جو بنجر زمین پڑی ہے۔ اگر پیسہ دینا ہے تو چولستان کو آباد کرو۔ اسی طرح ڈیرہ اسماعیل خان کی

زمینوں کو آباد کرو۔ پانی کو سمندر تک نہ چھوڑو پیسے صحیح جگہوں پر خرچ کرو اور ان جگہوں پر خرچ کرو جہاں سے کچھ آمدنی ہو ایسی جگہوں پر خرچ نہ کرو جیسے آپ ایک آدمی کو بھرتی کرنے کے لئے ایک کارپوریشن بناتے ہیں اور پھر اس کو اس قابل نہیں بناتے کہ وہ چل بھی سکے تو میرا یہ مطلب ہے جب بھی کوئی ٹیکس لگانا ہو تو پہلے نمائندوں سے مشورہ کرو۔ یہ غلط ہے کہ جب نمائندگان موجود ہوں تو آپ ان سے نہ پوچھیں یہ صرف وزیر اور سرکاری بیوروکریسی کے درمیان طے نہیں ہونا چاہیئے۔

جناب چیئرمین: شکریہ! جناب بشیر مٹھ صاحب۔

جناب بشیر احمد مٹھ: جناب چیئرمین صاحب آپ کا شکریہ۔ اس وقت سینٹ میں جب میں آپ کے سامنے اپنی معروضات پیش کروں گا تو قوم کی اکثریت پر ایک مردنی کیفیت چھائی ہوئی ہو گی۔ کیونکہ رمضان کے ساتھ ہی حکومت نے ان کو ایک ایسا تحفہ دیا ہے کہ جس کو میں اگر مجرمانہ نہیں تو سفاکانہ اور ظالمانہ ضرور کہوں گا۔ جناب والا! ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ عوامی حکومت نے جو قدم اٹھایا ہے اس کی اپنی کیا حیثیت ہے، اس کے مضمرات اور اثرات کیا ہیں، اور اس کے پیچھے کون سی وجوہات ہیں جس کی بنا پر یہ ایسا قدم اٹھانے پر مجبور ہوئی ہے۔

میری تقریر کا پہلا حصہ ان کے اس اقدام سے متعلق ہو گا۔ جناب والا! اس اقدام کی حیثیت ایک منی بجٹ کی نہیں ہے یہ ایک arbitrary executive act ہے جس کے ذریعہ بجٹ اور منی بجٹ، دونوں کے process کو circumvent کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بجٹ آئین کے تحت سال میں ایک دفعہ پیش ہوتا ہے، اس میں قوم کی آمدنی اور اخراجات کا تخمینہ بتایا جاتا ہے اور پھر اخراجات کی مدوں میں مختلف محکموں کی رقوم خرچ کرنے کی حدود مقرر ہوتی ہیں۔ بجٹ کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ حکومت وقت اس بجٹ کا احترام کرے گی۔

[Mr. Bashir Ahmed Matta]

اگر بجٹ کا احترام کیا جائے تو تبھی کہا جا سکتا ہے کہ ملک میں ایک صحت مند روایت اور صحت مند Constitutionalism کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جناب والا! کسی مجبوری کی بنا پر کسی exigency کی بنا پر اگر ایک حکومت مجبور ہو جائے اور اُسے زیادہ پیسے خرچ کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو اس کے لئے بہترین طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عوامی نمائندے، جو ایسا کرنے کے مجاز ہیں، ان سے consult کرے اور ان کے سامنے اپنی تجاویز پیش کرے۔ اور ان سے approve کروا کر ہی اخراجات پورے کرنے کے لئے عوام پر مزید ٹیکسوں کا بوجھ ڈالے۔ مگر یہاں انہوں نے ان دونوں چیزوں کو circumvent کیا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں Constitution کی جو روح ہے اس کی نفی کی گئی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو قدم اٹھایا گیا ہے اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے میں عرض کرتا ہوں کہ جب سے یہ اقدام اٹھایا گیا، اس کے فوراً بعد ہی قیمتیں بڑھنا شروع ہو گئی ہیں۔ اخبارات میں آپ نے پڑھا ہو گا کہ بہت سی چیزوں کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں۔ یہ قیمتیں بڑھنا ناگزیر ہیں، کیونکہ جب آپ تیل کی قیمتیں بڑھائیں گے، تو زندگی کی جو دیگر ضرورتیں ہیں اُن سب کی قیمتیں بڑھ جائیں گی۔ کیونکہ جب ٹرانسپورٹ کے کرایوں میں اضافہ ہو گا تو اسی percentage کے حساب سے دیگر چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ ہو گا۔

جناب والا! اس کے علاوہ کھاد کی قیمت بھی بڑھا دی گئی ہے۔ اس ملک میں جو root producing class ہے، جو دہقان ہیں، جو مزدور ہیں ان کے اوپر اس کا اثر لازماً پڑے گا۔ جو چیزیں زمین سے اُگتی ہیں ان کی قیمتیں بھی بڑھیں گی۔ اب جو لوگ زمین پر بستے ہیں، اور ایسے غریب لوگ جو ملازم ہیں جو ایسے محکموں میں کام کرتے ہیں جہاں سے ان کو رشوت نہیں ملتی ہے تو ان کے دل کی کیفیت کا آپ خود اندازہ لگائیں کہ ان پر قیمتوں کے بڑھنے سے کیا گزر رہی ہو گی۔ البتہ وہ لوگ جو ایسے محکموں

میں ہیں جو رشوت لے سکتے ہیں اور بلا حساب و کتاب اپنی جیبیں بھر سکتے ہیں، ایسے لوگ جو مختلف trades سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ہیں ان کا نام تو نہیں لیتا، تو ان کو زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ وہ تو انٹر کانٹی نینٹل سے اٹھ کر کسی اور ریسٹوران میں جا سکتے ہیں۔ وہ تو ایک کار سے پاؤں نکال کر کسی دوسری گاڑی، مرسیڈیز یا رولز رائس میں رکھ سکتے ہیں، مگر اس دھرتی کے جو غریب لوگ ہیں، جو لوگ گاؤں میں بستے ہیں، جو اپنے خون پسینے کی کمائی کھاتے ہیں مشکل اُن کو ہو گی، وہ لوگ جو پیپلز پارٹی کے جلوسوں میں شامل ہوتے ہیں ان کو ہو گی۔ کیا اس وقت حکومت کو ان لوگوں کا احساس تھا جب انہوں نے یہ اقدام کیا تھا۔

میں جناب والا! یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے یہ بات رکھوں کہ جو لوگ گاؤں میں رہتے ہیں، دیہات میں رہتے ہیں، جو زمین سے اناج اُگاتے ہیں، جو اس ملک کے basic producers ہیں، ان لوگوں کی تعلیم کی تو کسی کو کوئی فکر نہیں ہے، ان کو سڑکوں کی سہولت دینے کی تو کسی کو فکر نہیں ہے، ان کو صحت کی سہولتیں دینے کی تو کسی کو کوئی فکر نہیں ہے، بجلی سے کئی دیہات محروم ہیں، بجلی سے محروم سینکڑوں اور ہزاروں دیہات موجود ہیں، لیکن ٹیکس پھر بھی ان کی کمر پر لاد دیا جاتا ہے ان کی کمر جو پہلے ہی کمزور ہے، اگر مزید بوجھ سے حکومت ان کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑے گی تو میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ پھر قوم کی ریڑھ کی ہڈی بھی ٹوٹ جائے گی۔ اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ جو سفاکانہ اور ظالمانہ اقدام اٹھایا گیا ہے، اس کا صرف ایک ہی علاج ہے، اور علاج یہ ہے کہ ابھی اور اسی وقت حکومت کے جو بھی authorized وزیر ہیں، وہ ان لگائے گئے ٹیکسوں کو واپس لیں۔ کیونکہ اس کے علاوہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے ورنہ یہ غریب لوگ جو اس زمین پر رہتے ہیں، وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے جیسے علامہ اقبال نے جمہوریت کے بارے میں کہا تھا کہ ؎

[Mr. Bashir Ahmed Matta]

؎ آزادیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

اب یہ لوگ سوچیں گے کہ یہ جو آزادیٔ جمہور کا زمانہ آیا ہے، یہ اس نقشِ کہن کو مٹائے گا جو ہزاروں سالوں سے غریب عوام کی صورت میں اس دھرتی کے سینے پر موجود ہیں وہ غریب لوگ جو افلاس کی زندگی گزار رہے ہیں، اور اس مٹی کے مظلوم انسان ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

Mr. Chairman: I will compliment you for being so brief and to the point.

Mr. Salim Saifullah Khan - Absent.

Mr. Hussain Bakhsh Bungalzai-Absent.

Mr. Muhammad Tariq Chaudhry - Absent

Qazi Abdul Latif Sahib.

اخونزادہ بہرہ ور سعید: مجھے بھی موقع دیا جائے۔

جناب چیئرمین: سب کو موقع دوں گا۔ قاضی صاحب کو اس لئے پہلے موقع دیا ہے کہ وہ مختصر تقریر کرتے ہیں اور مٹہ صاحب کو بھی اسی لئے موقع دیا تھا کہ وہ بھی مختصر تقریر کرتے ہیں۔

قاضی عبداللطیف: جناب، آپ کی بڑی مہربانی اور آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے مجھے موقع دیا ہے۔

اشیائے ضروت کی قیمتوں میں اضافہ بعض اوقات حکومت کی مجبوریوں کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن موجودہ حالات میں ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اضافہ ضرورت کی بنیاد پر نہیں بلکہ حکومت کی شاہانہ، مصرفانہ اور مبذرانہ اخراجات کی بنیاد پر ہوا ہے۔ اصراف اور تبذیر میں فرق یہ ہے کہ جہاں پر ۱۰۰ روپے سے کام چلتا ہو وہاں ۵۰۰ روپے خرچ کئے جائیں، تو اس کا

نام ہے "اصراف" اور تبذیر وہی ہوتی ہے کہ جہاں خرچ کرنا ناجائز اور حرام ہو، قرآن کریم نے اسی کے متعلق فرمایا ہے کہ تبذیر کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جو خرچ کرنے کی جگہ نہیں ہے، جو ناجائز جگہ ہے، وہاں پر خرچ کیا جائے۔ حکومت نے اچانک اتنا اضافہ کر کے لوگوں کی قوت خرید اور لوگوں کی کمر توڑ دی ہے۔

جناب والا! جیسے میرے محترم دوست، پروفیسر خورشید احمد نے اعداد و شمار یہاں پیش کئے ہیں۔ اور کہا ہے کہ ان اخراجات کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ایک طرف تو مشیروں اور وزیروں کی ایک فوج ظفر موج شروع شروع میں ہم پر مسلط کی گئی ہے، ان کے اخراجات کا اگر آپ اندازہ لگائیں تو آپ یقین کریں گے کہ اگر یہ اخراجات قوم پر مسلط نہ کئے جاتے تو اس اضافہ کی ضرورت یقیناً نہ پڑتی۔

دوسری طرف پیپلز پروگرام کے نام سے سائیکلوں کی تقسیم، مشینوں کی تقسیم، کھاد کی تقسیم پر غور فرمائیں۔ اس طرح یہ جو خیرات بانٹی گئی ہے اس کا آپ اندازہ کیجئے کہ اربوں روپے اس پر خرچ کئے گئے ہیں، اور کتنے مستحقین کو یہ سامان پہنچا ہے، میرا خیال ہے کہ ان میں سے پانچ فیصد بھی آپ ایسے لوگ نہیں نکال سکیں گے جو واقعتاً اس کے مستحق تھے۔

آپ اس سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ Placement Bureau جس کے ذریعہ سے ہزاروں افراد کو بھرتی کیا گیا ہے۔ اور غیر قانونی، غیر اخلاقی طریقے سے کیا گیا ہے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسا کہ پیپلز پارٹی نے اس ملک کو فتح کر لیا ہو۔ اور ہم لوگ اس کے مفتوح ہوں۔ آپ نے پچھلے دنوں اخباروں میں پڑھا ہو گا کہ مظاہرے ہوئے کہ ہم نے اسیری نبھائی۔ ہم نے قربانیاں دی ہیں۔ ہمیں پلاٹ کیوں نہیں دیئے گئے۔ ہمیں ہزاروں روپے کیوں نہیں دیئے گئے۔ یہ پلاٹ اور یہ ہزاروں روپے کے عطیے

کہاں سے دیئے جا رہے ہیں۔ کیا پیپلز پارٹی کے سوا جتنے لوگ یہاں رہ رہے ہیں، ان کا کوئی حق نہیں ہے، جبکہ پیپلز پارٹی کو اس ملک کے تقریباً ۳۹ فیصد ووٹ ملے ہیں اور ۶۱ فیصد ووٹ ان کے خلاف پڑے ہیں۔ اب ۶۱ فیصد ان کے مفتوح بن گئے ہیں۔ اور جو ۳۹ فیصد ہیں ان ہی ملک کا سارے کا سارا خزانہ تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اسی وجہ سے، میں ان اعداد و شمار میں نہیں پڑوں گا کہ کتنے اخراجات ہوئے ہیں وہ پروفیسر خورشید صاحب نے بتلا دیئے مثلاً صرف وزیر اعظم کے باورچی خانہ کے ہفتہ وار اخراجات چھبیس ہزار روپے ہیں۔ اسی سے آپ اندازہ لگائیے کہ دوسرے وزراء کے اخراجات بھی تو اسی تناسب سے ہوں گے۔ آج ہمیں یہ تو کہا گیا ہے کہ ہم نے مشیروں کو ختم کر دیا ہے اور معاونین کو ختم کر دیا ہے لیکن ابھی جو یہ نیا بجٹ آیا ہے، یہ بھی کسی وزیر کی جانب سے نہیں آیا۔ یہ بھی ایک معاون کی جانب سے آیا ہے۔ یہ اسی کا بنایا ہوا ہے جسے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ عوام کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے اور عوام پر اس کا رد عمل کیا ہو گا۔

میری گزارش یہ ہے کہ یہ اضافہ ضرورت کی بنیاد پر نہیں ہوا ہے۔ ضرورت کی بنیاد پر اگر اضافہ ہو تو قوم اس کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوتی ہے۔ آج تک ہم سن رہے ہیں کہ صرف دس کروڑ روپیہ کا کشمیر فنڈ کے لئے اعلان کیا گیا ہے لیکن آج تک وہ دس کروڑ روپیہ بھی جو ایک صحیح مقام پر خرچ ہونے والا تھا، ادا نہیں کیا گیا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ باہر وفود بھیجے جا رہے ہیں۔ ایک وفد آتا ہے تو دوسرا وفد فوراً چلا جاتا ہے لیکن اس کا نتیجہ کیا ہے یہ کہ آج ہم بڑی شرمندگی سے کہتے ہیں کہ ہم اپنا کشمیر کا کیس بین الاقوامی اداروں میں پیش نہیں کر سکتے۔ کیوں نہیں پیش کر سکتے اس لئے کہ ہمیں یہ توقع نہیں ہے کہ شاید ہماری حمایت وہاں ہو۔ اگر آپ کو توقع نہیں ہے تو یہ لاتعداد وفود اور delegations جو بھیجے

جا رہے ہیں اور ان پر اربوں روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے، وہ کس لئے کیا جا رہا ہے وہ اس بنیاد پر کیا جا رہا ہے کہ وہاں پر یہ فضا ہموار کی جائے کہ ہم ہندوستان کے ساتھ اچھے تعلقات کے خواہاں ہیں۔ ہم کسی کے ساتھ چپقلش کے خواہاں نہیں۔ جنگ کے خواہاں نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم اپنے حقوق سے دستبردار ہونے کے لئے کسی صورت میں تیار نہیں ہیں۔ کشمیر ہمارا حق ہے۔ کشمیر پاکستان کا حق ہے۔ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے اور یہ پاکستان کو ملنا چاہیئے۔ لیکن آج تک ہم یہ بھی نہیں کر سکے کہ ہم دنیا کو یہ سمجھائیں کہ کشمیر میں آج قتل عام کیوں ہو رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جتنے وفود بھیجے جا رہے ہیں، وہ صرف سر سپاٹے کے لئے بھیجے جا رہے ہیں ہمارے مسائل حل کروانے کے لئے نہیں بھیجے جا رہے۔

جناب والا! یہ اضافہ بلا جواز ہے اور صرف شاہانہ اخراجات پورے کرنے کے لئے ہے۔ بصورت دیگر اگر اس کی واقعی ضرورت ہوتی اور اس کی کوئی قومی اہمیت ہوتی تو چاہیئے یہ تھا کہ عوامی نمائندوں کے سامنے اسے پیش کرتے کہ اس ضرورت کی بنیاد پر ہم اسے پیش کر رہے ہیں۔ اسی طرح یہ چاہیئے تھا کہ سینٹ کو بھی اعتماد میں لیا جاتا کہ یہ ضرورت پڑ گئی ہے۔ اس ضرورت کی بنیاد پر ہم یہ اضافہ کر رہے ہیں اور آپ اپنی قوم کو سمجھائیں کہ یہ اضافہ اس بنیاد پر ہو رہا ہے۔ آپ یقین کیجئے اگر ہمارے ملک کے تحفظ کا سوال ہو گا، اگر ضروریات کا سوال ہو گا اگر ایٹم کا سوال ہو گا اگر اسلحہ کا سوال ہو گا اگر فوج کو مضبوط کرنے کا سوال ہو گا تو ہم اس سے زیادہ اخراجات دینے کے لئے تیار ہوں گے۔ قوم بھوکی رہ سکتی ہے لیکن اپنے ملک کی سلامتی کا نقصان برداشت کرنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہو گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ اگر ہم پر یہ اخراجات اس بنیاد پر لگائے جاتے ہیں کہ ان کی شاہ خرچیاں اس طرح پوری ہوں اور اس سے ان کے اخبارات کے اشتہارات کے اخراجات نکلیں اور ان کے جلسوں کے انتظامات اس سے ہوں تو اس کے لئے قوم کبھی تیار نہیں ہو گی یہ صرف ارباب اقتدار کے لئے نہیں،

ان کی ناؤ ڈوبے گی اس کے ساتھ ساتھ جمہوریت ختم ہو جائے گی۔ میں صدر مملکت سے بھی گزارش کروں گا، جو جمہوریت کے نگہبان اور نگہدار ہیں اور انہوں نے مرزا اسلم بیگ کی طرف بھی اشارہ کیا کہ جمہوریت انہی کی وجہ سے آئی ہے۔ میں دونوں سے یہ گزارش کروں گا کہ خدا کے لئے بتایئے یہ جمہوریت کہاں سے درآمد کی گئی ہے جو آج حیدرآباد میں بھی ہے جو آج کراچی میں بھی ہے۔ کراچی اور حیدرآباد میں جمہوریت کا جو چہرہ دکھایا جا رہا ہے اس کا مطلب ہو گا کہ جمہوریت ڈوبے گی، صرف یہ نہیں ڈوبیں گے۔ میں آخر میں پھر یہ گزارش کروں گا کہ جناب والا! اگر یہ اضافہ کسی ملکی ضرورت کی بنیاد پر ہوتا تو یقیناً ہم اس کا خیر مقدم کرتے، لیکن یہ صرف مسرفانہ اور شاہانہ اخراجات کو پورا کرنے کے لئے، اپنی ڈکٹیٹرشپ قائم کرنے کے لئے ہو رہا ہے اس بنیاد پر ہم اس کی حمایت کبھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہمارا مطالبہ ہے کہ اس کو واپس لیا جائے۔

جناب چیئرمین: سید فصیح اقبال صاحب۔

سید فصیح اقبال: جناب چیئرمین اس سے پہلے میرے عزیز و دوست پروفیسر خورشید صاحب اور جنرل سعید قادر صاحب نے بڑی مدلل تقریر کی ہے۔ پروفیسر صاحب نے اعداد و شمار سے سمجھا دیا ہے کہ پٹرول اور کھاد کی قیمتوں میں یہ جو اضافہ ہوا ہے.....

قاضی عبداللطیف: پوائنٹ آف آرڈر۔ ہمارے محترم مقرر نے فرمایا ہے کہ ہمارے عزیز پروفیسر۔ تو خورشید صاحب ان کی عمر سے کم ہیں یا.....

سید فصیح اقبال: محترم! میں اس کی اصلاح کرتا ہوں۔ میرے محترم عزیز پروفیسر صاحب۔ تو انہوں نے مدلل اعداد و شمار سے تمام چیزیں سمجھا دی ہیں، اس وقت وزیر صاحب یہاں موجود نہیں تھے ورنہ

وہ ضرور ان اعداد و شمار کو نوٹ کرتے اور ان کا جواب دینے کی کوشش کرتے۔ جنرل سعید قادر صاحب نے فرمایا ہے کہ بین الاقوامی مارکیٹ میں پٹرول کی قیمت گری ہے بڑھی نہیں ہے۔ اور حکومت نے جب بھی ضروری اشیاء کے نرخوں میں اضافہ کیا ہے، اس نے ہمیشہ غیر ملکی اداروں کا سہارا لیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ فلاں ملک میں اس کی قیمت یہ ہے۔ افسوس یہ ہے کہ جب سے یہ حکومت برسر اقتدار آئی ہے اس نے ہمیشہ مارشل لاء اور دوسری حکومتوں کے بارے میں یہ کہا ہے کہ وہ ہمیشہ من مانی پالیسیاں اپناتے رہے ہیں لیکن افسوس یہ ہے اس منتخب عوامی حکومت نے تمام پارلیمانی روایات کی اس ملک میں دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ جبکہ دونوں ایوانوں کا اجلاس جاری تھا تو کسی بھی طرح انتظامی لحاظ سے یہ فیصلہ درست نہیں تھا اور نہ عوامی نمائندگی کے لئے بہتر تھا کہ اجلاس نیشنل اسمبلی کا بھی ہو رہا ہو اور سینیٹ کا بھی ہو رہا ہو اور یہ فیصلہ ای سی سی کیبنٹ کی سب کمیٹی میں ہو۔ یہ نہایت افسوسناک اور نازیبا بات ہے اور یہ عوامی نمائندگی کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے تو جب لوگوں نے اپنے نمائندے منتخب کئے ہیں تو اسمبلی میں اسی قسم کی چیزیں پیش ہونی چاہئیں بلکہ اسمبلی میں بجٹ بھی اسی لئے پیش ہوتا ہے کہ لوگ کھل کر اس پر اظہار کریں اور ملک کی ضروریات کا اندازہ کریں، اگر ملک کے لئے taxation ضروری ہے تو لوگ خود اس پر لبیک کہیں گے، لیکن افسوس یہ ہے کہ انہوں نے غلط حربے استعمال کئے ہیں۔ ایک سال کے بجٹ کے اعلان کے بعد جیسا کہ پروفیسر خورشید صاحب نے فرمایا ہے، یہ پانچواں منی بجٹ ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی مرضی سے پی آئی اے کے نرخ بڑھائے۔ اور اب پی آئی اے نے بھی حکومت اور اداروں میں فرق رکھا ہے۔ رات کو میں نے ایک انٹرویو میں ریلوے کے چیئرمین سے سنا انہوں نے کہا کہ ریلوے کے کرائے نہیں بڑھے، سیلز ٹیکس بڑھا ہے یعنی

ہمارا اس سیلز ٹیکس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ افسوس تو یہ کہ اتنی بڑی اہم شخصیت بھی اب تک عوام کو یہ باور نہیں کرا سکی کہ حکومت کہتے کسے ہیں۔ اگر حکومت نے سیلز ٹیکس کے نام پر، سرچارج کے نام پر اقراء سرچارج کے نام پر taxation کی ہے تو یہ فیڈرل حکومت کے اختیارات میں ہے نہ کہ ان اداروں کے۔ لیکن جب کبھی کسی عام صارف کو کوئی پیسہ دینا پڑتا ہے۔ اس کا اس سے کیا تعلق کہ یہ سیلز ٹیکس میں جا رہا ہے یا کسی اور مد میں جا رہا ہے افسوس یہ ہے کہ پی آئی اے کے کرائے میں چالیس فیصدی کا اضافہ کیا گیا۔ جبکہ پچھلی حکومت جسے یہ مارشل لاء کی حکومت کہتے ہیں، میں ان کو یاد دہانی کراؤں کہ اس جمہوری حکومت نے مسلم لیگ کی حکومت نے تین سال میں تمام ذرائع استعمال کئے لیکن انہوں نے پی آئی اے کے نرخ نہیں بڑھائے۔ اس وقت بھی ورلڈ بینک کا پریشر تھا اور آج بھی ہے لیکن افسوس ہے کہ جمہوری حکومت نے اپنے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت برداشت کرنی شروع کر دی ہے۔ اگر یہ مداخلت اس طرح سے ہوتی رہی تو کل کو وہ ہمارے defence budget میں بھی مداخلت کریں گے لہٰذا یہ بڑی معیوب بات ہے اور جس طرح ایک اخبار نے لکھا تھا کہ دو سو ملین قرضہ لینے کے لئے یہ کیا گیا ہے مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان کے اپنے bankers دنیا میں جا رہے ہیں private banks تجارتی نرخوں پر قرضہ لے رہے ہیں اس لئے کہ وہ منصوبے پورے کئے جائیں جن میں زیادہ kick back ملے زیادہ commission ملے ایک طرف تو ہمارے ملک میں معیشت کا یہ حال ہے کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں دوسری طرف یہ ہے کہ جن projects کی منظوری دی جا رہی ہے وہ کئی اربوں میں ہے جس کا مطلب ہے پیسہ نہ ہوتے ہوئے ہم جا کر عام مارکیٹ سے یورپ سے پیسہ لے رہے ہیں قرض پر اور زیادہ interest rate پر۔ لیکن دوسری طرف یہ ہے کہ اپنے ملک کے معاملات میں ہم نے دو عملی

اختیار کی ہوئی ہے ہم اپنے ملک میں ایسی بات کرتے ہیں کہ عام آدمی خواہ وہ salaried class سے ہو یا non salaried کیونکہ ہماری ۸۰ فیصدی آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے salaried class کی طرح اس کی زبوں حالت ہے ۔ اور salaried class کے ساتھ یہ مذاق ہوا ہے کہ پچھلے بجٹ میں پانچ فیصد تنخواہ بڑھائی ہے آپ اندازہ کریں کہ پانچ روپے یا دس روپے ایک سو میں کیا حیثیت رکھتے ہیں جب کہ روپے کی قیمت افراط زر کی وجہ سے ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ اب عالم یہ ہے کہ ایک ایسے موقع پر جب رمضان شریف کا مہینہ تھا اور نرخوں کا ہمیشہ اس مہینے میں چڑھ جانا ایک قدرتی امر بن گیا ہے، اور ہمارے معاشرے میں اب تک یہ باتیں نہیں آئیں کہ جب کبھی کوئی ایسا موقع ہو مثلاً رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی تہوار ہو قیمتیں نہ بڑھیں۔ ہمیشہ نرخ بڑھ جاتے ہیں یعنی نرخ کو بڑھاتے وقت یہ بھی اعلان کیا گیا تھا کہ باقی چیزوں کے نرخ نہیں بڑھیں گے ہم نے انتظامات کر لئے ہیں دوسرے دن اخباروں میں آیا کہ سوزوکی کے کرائے بڑھنے پر مسافروں سے جھگڑا ہوا لاہور میں کرایہ حکومت خود بڑھا رہی ہے۔ کراچی میں بھی یہی مسئلہ ہوا ہے کسی چیز پر اتنی ڈھٹائی سے یہ مسئلہ پیش کرتے ہیں کہ دوسرے دن ہی ان کی تمام جادو بیانی کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ لوگوں نے ویسے ہی سفر کرنا بند کیا احتجاج کیا کیوں کہ منی بس والوں نے ۳۵ فیصدی کرائے بڑھائے تھے تو میرا تو یہ خیال ہے کہ حکومت کو چاہیئے کہ اس پورے اضافے کو واپس لے اب پھر انہوں نے ۵۰ فیصد کا نام لے کر لوگوں کو یہ خوشخبری دی کہ ہم نے اضافہ ۵۰ فیصد کم کر دیا یہ بالکل پورا اضافہ واپس لیں اور یہ ساری چیزیں اسمبلی کے دائرے میں آتی ہیں جب تک دونوں ایوانوں کے sessions ہو رہے ہیں اور سینٹ کو بھی اس لئے اعتماد میں لیں کہ ہم لوگ بھی منتخب ہو کر آئے ہیں ہر صوبے کا اپنا نقطہ نگاہ ہے جیسے کہ جہانگیر شاہ صاحب نے فرمایا کہ non productive چیزوں سے پر

چیزوں پر لاکھوں، کروڑوں، اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں اور جب بھی ہمارے سینٹ یا قومی اسمبلی کے سوالات کے جوابات میں سے جب Advisors کی فہرست آتی ہے تو پتہ چلتا ہے ۴۵ آدمی ہیں۔

جناب! میں اب مٹی کے تیل کے سلسلے میں عرض کروں گا کہ آمروں کی حکومتوں نے بھی آج تک ان چیزوں کو ہمیشہ نظر انداز کیا کہ یہ غریب آدمی کے استعمال میں آتا ہے لیکن انہوں نے اس چیز کو کبھی نہیں چھوڑا باقی تعیشات کے لئے کتنے نئے محکمے فیڈرل حکومت میں کھلے ہیں اس بارے میں کہ نہیں پتہ لیکن جب سوالات دیئے جاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے اس میں کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہیں ابھی میں نے پرسوں سپورٹس کمیٹی میں SAVER کے سلسلے میں حساب مانگا تھا بتایا گیا کہ ۵۸ کروڑ روپے ریفیل ٹکٹوں کی سیل سے آئے ہیں جو پاکستان کی حکومت نے جوا رکھلا کے جمع کئے ہیں پاکستان ایک اسلامی ملک ہے ایک نظریاتی ملک ہے حکومت نے شریعت کورٹ میں اپیل کے خلاف دسمبر تک stay لے لیا دسمبر کے بعد شریعت کورٹ نے بتایا کہ یہ جوا کے زمرے میں آتا ہے انہوں نے ۵۸ کروڑ میں سے ۴۰ کروڑ خرچ کئے ہیں اور اس کی کوئی بھی پارلیمنٹ سے منظوری نہیں لی افسوس کا مقام ہے ۱۲ کروڑ روپے انہوں نے advertisement پر خرچ کئے ۹ کروڑ ٹی وی میں چار کروڑ پرنٹ میڈیا میں اور دیگر اخراجات میں اور جس کے لئے فنڈ بنایا گیا تھا ہمارے Vetern Sportsmen کے لئے اس میں صرف ایک کروڑ روپیہ دیا گیا ہے اور جس میں بلوچستان کا کوئی نامور کھلاڑی شامل نہیں تھا یہ جب میں نے point out کیا تو پتہ یہ چلا کہ ایک administrative order سے اس رقم میں سے ۲۲ کروڑ حکومت کی ایک وزارت کو منتقل کر دیئے گئے تو اس قسم کی چیزیں حکومت کرتی ہے عوام چاہتے ہیں کہ اس کا حساب دیا جائے اور اس قسم کے ہتھکنڈوں

سے اگر حکومت کو قرضے کی ضرورت ہو تو لوگوں کے اوپر یہ ناجائز ٹیکس عائد نہ کریں میں پھر حکومت سے اپیل کروں گا کہ وہ عوام کے غیض و غضب سے بچیں اور لوگوں کے صبر کا امتحان نہ لیں اگر لوگ سڑکوں پر آ گئے تو یہ بہت بری بات ہو گی ہم نہیں چاہتے کہ ایسے مسئلوں پر لوگ سڑکوں پر آئیں لیکن اس کمر توڑ مہنگائی نے لوگوں کو مجبور کر دیا ہے وہ اپنا احتجاج کس سے کریں لہٰذا یہ ٹیکس فوراً واپس لئے جائیں۔ شکریہ!

جناب چیئرمین: شکریہ! جی، بہرہ ور سعید صاحب۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز، میں زیادہ تقریر نہیں کروں گا ایک دو باتیں سناؤں گا سنا تھا کہ جناب ایک بادشاہی میں یا کسی ملک میں قحط پڑ گیا عوام باہر نکل آئے تو اس وقت کی ملکہ نے اوپر سے دیکھا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں انہیں بتایا گیا کہ جناب قحط پڑ گیا ہے تو اس نے کہا کہ قحط کیا چیز ہے بتایا گیا کہ جی بھوک ہے روٹی نہیں ملتی ملکہ نے کہا کہ روٹی نہیں ملتی تو کیک کیوں نہیں کھاتے جناب والا! میرے دوستوں نے فگرز دیئے بڑے بڑے اچھے دلائل دیئے صحیح ہوں گے مگر اس کو میں اس نظریے سے دیکھوں گا کہ یہ بجٹ یا یہ mini-budget جو ایک ریٹائرڈ افسر نے بنا کر دیا ہے یہ اضافہ خود نہیں کیا ہو گا آئی ایم ایف کے کہنے پر کیا ہو گا یا شاید ادکلے کے کہنے پر ہو گا لیکن جناب یہ تو اس حکومت کا اس رمضان کے مہینے میں ایک بے نظیر شاہکار ہے اور جو تحفہ اس مبارک مہینے میں عوام کو دیا گیا ہے اس عوام کو یہ تحفہ قبول کرنا چاہیئے جناب مجھے اب اس بجٹ کے بعد یقین ہو گیا ہے کہ اس حکومت کا جو دعویٰ ہے کہ اس ملک میں ہم غربت ختم کریں گے یہ بالکل کمر باندھ کر ختم کرنے والے ہیں مگر طریقہ کار ذرا الگ ہے غربت کی بجائے غریبوں کو ختم کر کے۔ اس طرح غربت خود بخود ختم ہو جائے گی اس کا وہ تہیہ کئے ہوئے ہے وہاں بھی Queen نے پوچھا تھا یہاں

بھی Queen حکم کرتی ہے حالانکہ Queen کو پتہ نہیں ہوتا کہ کیا چیز ہے جناب والا یہ تو

شامت اعمال ماصورت پیپل گرفت

یہ تو ہماری شامت ہے، آئے گا، آئے گا جھنڈے ہلاتے ہیں بہت اچھا ہے بہترین ٹیکس ہے یہ بہت کم ہے اس سے زیادہ ہونا چاہیئے تاکہ یہ لوگ جو اُٹھ کر اس کے اندھا دھند نعرے لگاتے ہیں تڑپ تڑپ کر گلیوں میں بھوک سے مریں ان کو یہ سزا ملنی چاہیئے اس کے باوجود کہ وہ سب کچھ جانتے ہیں ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۷ء تک بھی اور اب بھی اور یہ سب خاموش بیٹھے ہوئے ہیں ان کا کیا ہے کل صدر صاحب نے فرمایا کہ اپنے ملک کی اکانومی کی طرف توجہ دیں میں پھر وہی کہوں گا جناب کہ ان کا کیا ہے یہ تو وہی ہے کہ ؎

بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھا لیا
اس کی بلا سے بوم بسے یا ہما رہے

ان کو کیا ہے کچھ دیر پہلے آئے تھے کچھ مدت کے بعد پھر پیرس چلے جائیں گے یہاں لوگ مریں گے تو مریں ان کا کیا جاتا ہے اب اس کی فریاد کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے اس وقت جو کچھ ہے ہمارا خود کردہ ہے اس کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے بی بی صاحبہ نے تو حکومت میں آنے کے بعد پہلے ہی دن کہا تھا کہ خزانہ خالی ہے اور انشاء اللہ وہ اس خزانے کو کبھی بھرنے نہیں دے گی ہمیشہ خزانہ خالی رہے گا ایک آئٹم کا میں پوچھتا ہوں کہ جاپان میں جا کر ایک فرکوٹ کے لئے ایک لاکھ ڈالر ادا کئے گئے وہ کس کا خون تھا۔ ایک فرکوٹ کے لئے اور میرے ایک دوست نے جو جاپانی حکومت کی دعوت پر گئے تھے جب وہاں کے وزیر اعظم سے ملاقات کی تو کہا کہ جی ملک غریب ہے انہوں نے کہا کہ کیسے غریب ہے۔

Are you poor? your Prime Minister purchased a coat for one lakh dollars.

sorts of torture. If the hierarchy of the Peoples Party with a government to back them, government to support them, government along with them can do that then it is responsible for the present low position of Pakistan's economic activity. There can be no economic activity in Pakistan unless people who are running the industries, they feel that they are safe. What have they done to stop this? They have a new industrial estate at Gadoon in Frontier. Of course, there is no objection to anybody starting industry any where, but are these industries functioning in the manner in which they were expected to function. They have no need for waiting for import licences to be issued. The import licences issued at their behest are immediately sold in Karachi market. The Chamber of Commerce have written to the government and approached the government about this. Now, this is the way in which the economy of this country is being drained away without thought and without consideration.

My own view is that this could have been avoided - the present imposition of tax on petroleum and other cognate subjects could have been avoided. It will have a spiral of rising prices everywhere. You might have read that within the last three or four days somewhere the fare has been increased by 25%, somewhere it has been increased by 35% and what is the result? The result is that cargo, raw materials, finished materials and the prices of every thing will increase and it will ultimately have an impact on the economy of the country and the government has no consideration whatsoever as to what is happening. The government is only keen on seeing that they advertise in the newspapers about their big 'jalsas'. They want to have 'jalsas' earlier than other people who have got legitimate right and due dates fixed beforehand. For that purpose they (the government) have spent crores of rupees and probably those crores of rupees are being obtained and secured by this method. If you impose a petroleum tax it is something which will have its affect on other things. Further, if the petroleum tax was fixed on the basis of US$32/- a barrel in the olden days today the price is at least half of thirty two dollar price and still they are increasing the tax on petroleum and petroleum products. This will ultimately ruin the economy of the country.

Sir, they have no regard at all for the people. It is a Peoples Party without the people; it is a Peoples Party with the consideration and the good of the people; it is a Peoples Party without the consideration of the

جناب اگر یہ شہ خرچیاں ہیں یہ ضروریات ان کی بہت زیادہ ہیں یہ تو ہم پر مہربانی کرتے ہیں کہ ۲۶ ہزار روپیہ ہفتے کا خرچ کرتے ہیں وہ تو ۲۶ لاکھ بھی خرچ کریں تو کم ہے وہ تو پیرس سے جو کچھ منگواتے ہیں انگلینڈ سے جو کچھ منگواتے ہیں جس طریقے سے وہ کچھ کرتے ہیں وہ تو بہت کم ہے یہ ملک ان کا ہے یہ عوام ان کے ہیں یہ سب ان کے خدمت گار ہیں وہ تو Queen ہے Queen mother ہے ان کا کیا جاتا ہے جناب والا! اس کا واحد ایک علاج ہے میں اس قوم سے اس فورم سے کہتا ہوں کہ جب تک آپ اس حکومت کو اس خاندان کو اس ملک سے نہیں نکالیں گے آپ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مریں گے یہ زیادتی ہو گی نرخ بالا ہوں گے نرخ چڑھتے رہیں گے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا اور اس کا صرف ایک علاج ہے اور وہ یہ کہ نکلیں نکلیں گے تو کب نکلیں گے وقت یہی ہے نکلو اس ملک کو ان سے چھٹکارا دلاؤ۔

Mr. Chairman: Mr. Hassan A. Shaikh.

Mr. Hassan A. Shaikh: Thank you Mr. Chairman. At least belatedly you have thought of calling me.

جناب چیئرمین: پہلے movers کو موقع دیا گیا۔ آپ movers میں نہیں تھے۔

جناب حسن اے شیخ: نہیں۔ نہیں۔ میں movers میں نہیں تھا لیکن movers کے بعد

immediately I had given my name and I had seen to it that it was listed but then, of course, you have discretion and you have exercised discretion. I have no grievance against your exercise of discretion.

Sir, the real position is that the policy of the government in not maintaining law and order in the industrialized areas of Pakistan has been responsible for almost closure of all industries in places like Karachi and Hyderabad. The same party which is in power in the Centre, is also in power in Sindh and you may recall that in the presence of the Corps Commander the party hierarchy there admitted that they had committed torture on eleven people by putting screws in their body and giving them all

welfare of the people; it is a Peoples Party which is condemning the people to ruination and destruction.

Thank you Sir.

جناب چیئرمین: جتوئی صاحب، ۵ منٹ صرف۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: شکریہ! جناب چیئرمین، میں آج علی بابا اور چالیس چور کی اس حکومت کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے عوام کا اور ووٹ کا تقدس کس خوبصورتی سے پامال کیا یہ کہہ کر global context میں بات کرکے کہ تیل کی prices دنیا نے بڑھادی ہیں اس لیے تیل کی prices میں اضافہ ناگزیر ہو گیا تھا پھر یہاں پر باتیں ہوئی ہیں کہ زراعت ہماری ریڑھ کی ہڈی ہے اب ہم اس ریڑھ کی ہڈی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں تاکہ اپنی بقیہ زندگی یہ قوم cripple چلتی رہے ریڑھ کی ہڈی جب ٹوٹ جائے گی تو یہ ہم سب کو cripple کرکے رکھ دیں گے۔ ۸۰ فیصد آبادی جو دیہات میں رہتی ہے ان کے ساتھ یہ مذاق کہ دو مرتبہ fertilizers کی قیمتیں بڑھائی گئیں اور پھر ان کی اپنی agriculture کی out put میں اور ان کی prices اور ہماری اور اس کی prices میں اگر آپ comparison کریں گے تو percentagewise میں سمجھتا ہوں کہ وہاں اگر دو چار فیصد اضافہ ہوتا ہے تو یہاں پر ۴۸، ۴۸ فیصد fertilizers میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر اخبارات میں ان لوگوں کی آواز نہیں آسکتی تو میں سمجھتا ہوں اور مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس حکومت نے آتے ہی عوام کے ساتھ مذاق کیا ہے اور کھادوں کی prices کو بڑھایا ہے اور اس سے directly جس طبقے پر اثر پڑے گا وہ غریب طبقہ ہے۔

جناب چیئرمین! ہمارے ساتھ تو حشر یہ ہے کہ گویا ہمارے پاس کوئی قانون موجود ہی نہیں ہے۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ایک طرف terrorist organization ایم کیو ایم دوسری طرف سے حکومت دونوں نے کراچی میں بیٹھ کر آرمی کے سامنے exchange of fire کیا۔ لوگوں کو اغوا کیا۔ پھر اس کے علاوہ

[Mr. Aijaz Ali Khan Jatoi]

اندرون سندھ اور حیدر آباد کی صورت حال یہ ہے۔ میں وہاں سے کل آرہا ہوں کہ پچھلے پانچ چھ روز سے مسلسل پانچ چھ آدمی روزانہ قتل ہو رہے ہیں۔ دس پندرہ آدمی شہر میں زخمی ہوتے ہیں کرفیو کئی area میں لگا ہوا ہے کوئی قانون نہیں ہے۔ پرسوں رات بی بی سی آپ نے سنا ہوگا ایک نمائندے نے جب وہاں ٹیلی فون پر بات کی تو انہوں نے کہا کہ میں نے کل رات لطیف آباد تھانے میں فون کیا تو وہاں سے بتایا گیا کہ فائرنگ ہو رہی ہے۔ خدا کے لئے آپ کسی آدمی کو بھیجیں تو تھانے والوں نے کہا کہ اب آپ بھی خدا سے دعا کریں اور ہم بھی خدا سے دعا کرتے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی فورس نہیں ہے۔ یہ ہمیں قانون کے محافظ ملے ہیں اس کے بعد بھی ہم ٹیکس دیں لیکن اس کے اوپر مزید ٹیکس لگائے جا رہے ہیں میں سمجھتا ہوں جناب والا! اس حکومت کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ یہ ہم سے ٹیکس وصول کرے۔ کیونکہ ہماری جان ہماری عزت کوئی چیز محفوظ نہیں ہے اس لئے ہم دینے سے انکار کر سکتے ہیں کیونکہ یہاں پر یہ کہا جائے کہ آئی ایم ایف نے اتنی شرائط لگائی ہیں تو آئی ایم ایف نے دنیا کی اور مملکتوں میں بھی شرائط لگائی ہیں لیکن وہ اس کے اوپر retaliate کر رہے ہیں وہ کہہ رہے کہ آپ اپنی restrictions, remove کریں۔ آخر کار کیا ضرورت تھی آئی ایم ایف کی اس deal کو continue کرنے کی۔ یہ کہنا کہ سابقہ گورنمنٹ ۱۵ نومبر ۱۹۸۸ء کو کر کے گئی ہے۔ آپ آخر کب تک یہ ریکارڈ پیٹتے رہیں گے یہ tradition میں باتیں ہوتی رہیں گی کہ ہم کیا کریں پچھلے یہ کر گئے۔ ہم نے اپنی حکومت کو کہا کہ fertilizer کی قیمت بڑھ گئی تو وہ بولے "جئے بھٹو"، جناب ہم مر رہے ہیں ہماری عزت محفوظ نہیں ہے بولے "جئے بھٹو"، مہنگائی ہو گئی ہے "جئے بھٹو" بھائی یہاں پر کوئی چیز نہیں چل رہی ہے آپ کون سی حکومت چلا رہے ہیں جس کی حکومت میں دہشت گردوں کا راج ہے شہروں میں دہشت گردوں کا راج ہے جناب میں بھولتا

شریف کا واقعہ بتا رہا ہوں، ۲۰ لوگوں کو قطار میں کھڑا کر کے گولی مار دی گئی چھ سال کا آٹھ سال کا بچہ بھی اس میں مارا گیا ان کے پاس جواب ہے "جیے بھٹو" بھئی "جیے بھٹو" کب تک کرتے رہیں گے۔ پھر یہ کہیں گے کہ کیا کریں کہ گزشتہ ۱۱ سال سے ہمیں یہ صورت حال ورثے میں ملی ہے بھئی آپ تو مارشل لاء کی حکومت نہیں ہیں۔ آپ تو جنرلز کی حکومت نہیں ہیں کب تک آپ یہ ریکارڈ پیٹتے رہیں گے ـــــ بھائی! آپ کوئی تو قانون بنائیں، آپ اپنی تو کوئی اہلیت دکھائیں کہ آپ نے اس حکومت کے ذریعہ اس قوم کو کیا دینا ہے اس عوام کو جو گیارہ سال پستے رہے، آپ نے اس پسے ہوئے عوام کو کیا دینا ہے۔ آپ کو تو ہم اس لئے لائے ہیں کہ آپ یہاں آ کر کچھ فیصلے کریں گے۔ اب یہاں حالت تو یہ ہے کہ یہاں "Zardariation" چل رہی ہے۔ یعنی زرداریوں کی حالت یہ ہے کہ ان کا چار شوگر ملیں ہیں۔ آخر ان کے لئے پیسہ کہاں سے آئے گا جب حکومت اس طرح سے loans جاری کرے گی۔ سکرنڈ شوگر مل تین مہینے میں جناب چیئرمین! complete ہوئی۔ تین مہینوں میں ایک شوگر مل کھڑی ہو گئی۔ آپ اندازہ لگائیے کہ دوسری طرف جو عوامی projects ہیں وہ سال ہا سال سے رُل رہے ہیں، ان کے لئے کوئی پیسہ نہیں ہے، ان کے لئے خزانہ خالی ہے لیکن زرداریوں کے لئے پیسے ہیں۔ ماتلی شوگر مل میں دن رات کام ہو رہا ہے کلثم شوگر مل، اس پر بھی دن رات کام ہو رہا ہے جمیس آباد شوگر مل پر دن رات کام ہو رہا ہے، ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکومت زرداریوں کو پیسے دینے کے لئے ہی آئی ہے .....

جناب چیئرمین: مہربانی کر کے: را wind up کریں۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جب corruption کا یہ عالم ہو، law and order کی یہ صورت حال ہو، سڑکوں پر آپ محفوظ نہیں corruption کا یہ عالم ہے کہ یہاں پر ادارے

corrupt کیے گئے ہیں۔ even وزیراعظم کے اوپر بھی الزام آتا ہے کہ اس نے بھی satellite deal میں پیسے لیے ہیں۔ اس طرح سے آخر آپ اس قوم کو کیا دیں گے؟

جعفری صاحب یہاں بیٹھے ہیں، میں بڑے ادب سے ان سے کہوں گا کہ بنکوں کی حالت یہ ہو گئی ہے کہ ان کے پاس advance دینے کے لئے پیسے نہیں ہیں، اب وہ پانچ پانچ/چھ چھ کروڑ روپے باہر کے institutions سے لے رہے ہیں اور یہ قرضے ۱۳ فیصد پر لے رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ مہربانی کرکے wind up کیجئے۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: جناب والا! میں صرف ایک منٹ لوں گا۔ اب بات یہ ہے کہ یہ ایک بڑا اہم مسئلہ ہے، ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جب یہ حکومت میں نہیں تھے تو اپنے جلسوں میں کہتے تھے کہ منی بجٹ تو کیا ہم اپنے غریب عوام پر بجٹ میں بھی ٹیکس نہیں لگائیں گے اب دیکھ لیجئے کہ یہ بجٹ غریب لوگوں کے لئے بن رہا ہے۔ ان کے لئے حکومت کا یہ اقدام death warrant ہے۔ میں جناب والا! ایمانداری سے کہتا ہوں کہ یہاں پر Rich is getting richer, poor is getting poorer. یہ class war ہو گا اور یہ class war ہو گی جس میں middle class پس کر poor class میں شامل ہو جائے گی اور یہ ہو چکا ہے۔ کوئی آدمی بھی اس مہنگائی کو برداشت نہیں کر سکتا ہے آپ مہنگائی کو دیکھیں، اس inflation rate کو دیکھیں۔ اب حالت یہ ہے کہ ہزار روپے لے کر بازار میں جاتے ہیں اور وہاں سے سبزی اور گوشت لے کر ہی آتے ہیں۔ کیا یہ کوئی طریقہ ہے۔ آپ inflation کو کم کرنے کی بجائے بڑھا رہے ہیں۔ اور دوسری طرف آپ کہتے ہیں کہ بھائی پٹرول کی قیمت بڑھانے سے عام آدمی کی قوت خرید پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور کہتے ہیں کہ کھاد کی قیمتیں بڑھانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جناب! میں عرض کرتا

ہوں کہ ضرور فرق پڑے گا۔ جب کسی بھی چیز کی قیمت بڑھے گی تو اس کا اثر ضرور پڑے گا۔ ایک دفعہ وزیر خزانہ نے پٹرول پر ایک روپیہ کے حساب سے East Pakistan Flood Tax لگایا صورت حال یہ ہے کہ اب مشرقی پاکستان، بنگلہ دیش بن گیا ہے مگر ایک روپیہ ٹیکس ختم نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ پورا ہو گیا ہے۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: جناب والا! میں آخر میں آپ کے توسط سے اپیل کرتا ہوں کہ خدا کے لئے ان "علی بابا اور چالیس چوروں" سے ہماری جان چھڑائیں۔ شکریہ!

Mr. Chairman: Thank you. Finance Adviser Mr. V.A. Jaffery.

(interruption)

Salim Sahib, I called your name, you were absent.

Mr. Salim Saifullah Khan: I am one of the movers, Sir.

Mr. Chairman: I know but I called your name.

آپ حاضر نہیں تھے، اگر وقت ہوتا تو آپ کو ضرور وقت دے دیتے۔

Mr. Salim Saifullah Khan: Just five minutes, Sir.

جناب چیئرمین: جعفری صاحب، ان کو پانچ منٹ دے دیں۔

جناب وی اے جعفری: ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، گھڑی کے حساب سے پانچ منٹ۔

جناب سلیم سیف اللہ خان: پورے ایک بجے اپنی تقریر ختم کر دوں گا۔

Mr. Chairman: No, that will be seven minutes. Only five minutes.

جناب سلیم سیف اللہ خان: جناب والا! میں اپنے دوستوں کی طرح اس mini-budget پر جو پچھلے دنوں پیش کیا گیا تھا، اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے چونکہ وقت پر بھی پابندی لگا دی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ آخری سپیکر جو کہنا چاہتا ہے، اس پر پہلے ہی دوسرے اراکین بول چکے ہوتے ہیں۔ بہر حال میں اتنی گزارش کروں گا کہ جہاں تک ہماری economic management کا تعلق ہے، اس کے بارے میں جعفری صاحب کافی ماہر ہیں، یہ ہمارے بزرگ بھی ہیں۔ اقتصادیات کے ماہر ہیں۔ لیکن آپ economy یا economic management کو political management سے isolate نہیں کر سکتے۔ اور اگر آپ کی political management صحیح نہ ہو، No matter how good your economic management is, it will not get you anywhere. میری گزارش یہ ہے کہ پیپلز پارٹی نے جو لوگوں سے ووٹ حاصل کئے ہیں وہ اپنے manifesto کی وجہ سے لئے ہیں۔ اس manifesto میں یہ بار بار کہتے رہے ہیں کہ بھائی، ہماری free enterprise ہو گی، پرائیویٹ سیکٹر پر توجہ دی جائے گی، عوام پر taxes نہیں لگائے جائیں گے، غریبوں کا خیال کیا جائے گا، غریبوں کا استحصال نہیں کیا جائے گا۔ میں گزارش کروں گا کہ یہ تو اپنے manifesto پر بھی ساتھ ساتھ نظر ثانی ضرور کریں۔ جب یہ اس قسم کے mini-budget پیش کرتے ہیں۔

اس وقت میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ جو اعداد و شمار دیئے جاتے ہیں وہ عموماً غلط ہوتے ہیں کہ جی صرف ۶ فیصد inflation ہے، ۷ فیصد ہے، ۸ فیصد ہے۔ جناب والا! آپ خود ایک ایسے شہر میں رہتے ہیں جہاں پر خاص طور پر ہمارے وفاقی حکومت کے ملازمین بھی رہتے ہیں، اس لئے آپ کو معلوم ہو گا کہ ان پر کرایوں کا کتنا بوجھ ہو گا۔

جو کرایہ پچھلے سال تھا، وہ اس سال تقریباً دوگنا ہو گیا ہے۔ اب آپ نے پٹرول وغیرہ کی جو قیمتیں بڑھائی ہیں، اس کی وجہ سے دوسری چیزوں کی قیمتوں پر لازماً اثر پڑے گا یقیناً اس سے ضروریات زندگی کی سب چیزوں کی قیمتیں بڑھیں گی۔ اس سے بہتر تھا کہ آپ کوئی direct taxation لگا لیتے۔ میری تجویز ہے کہ آپ direct taxation پر آئیں جعفری صاحب بہتر جانتے ہیں کہ direct taxation اس وقت ہمارے ملک میں ۲۰ فیصد ہے اور indirct ۸۰ فیصد ہے۔ It should be the other way around. لہٰذا آپ کی taxation ڈائریکٹ ہونی چاہیئے اور ان پر ہونی چاہیئے کہ جو PAY کر سکتے ہوں۔ مگر اس کا سارا بوجھ جو ہے وہ غریبوں پر پڑے گا قیمتیں مزید بڑھیں گی۔ گھی کی قیمتیں بڑھیں گی۔ ٹیلیفون وغیرہ کی قیمتیں بڑھیں گی۔ اس لئے میں گزارش کرتا ہوں کہ اگر انہوں نے اس غلط فیصلے کو واپس نہیں لیا تو اس سے یقیناً ملک کے حالات بہت خراب ہوں گے۔ کچھ پرٹیکس میں کمی کر دی گئی ہے۔ لیکن اسے مکمل واپس لینا چاہیئے ورنہ اس سے ہم بھی خراب ہوں گے، ہمیں بھی یہ خطرہ ہے جب کہ ہم بے قصور ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے اس پر دوبارہ نظر ثانی کی جائے اور کوشش کی جائے کہ یہ قیمتیں زیادہ نہ بڑھنے پائیں۔

جناب والا! نیشنل اسمبلی اور سینٹ کا Session جاری ہے، یہ مسئلہ اس میں پیش نہیں کیا گیا بلکہ یہ فیصلہ ECC کی میٹنگ میں کیا گیا ہے۔ اس طرح سے جمہوریت کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ میں صوبہ سرحد سے تعلق رکھتا ہوں، اس کے متعلق اتنا عرض کر دوں کہ وہاں پر ۲۶ وزیر ہیں، ان میں سے ۱۶، یا ۱۷ ایسے وزیر ہیں جو کہ سرکاری خرچہ پر باہر گئے ہیں اور انہیں لاکھوں روپے دیئے گئے ہیں۔ اور کہا یہ گیا ہے کہ وہ جی، بیمار ہیں اور انہوں نے اپنا علاج باہر جا کر کروانا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ بھائی، آپ بیماروں کو کیوں کابینہ میں لیتے ہیں، آپ کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ صحت مند لوگوں کو کابینہ میں لیا جائے۔ ان میں سے ہر روز کسی نہ کسی

[Mr. Salim saifullah Khan]

کو علاج کے لئے لندن بھجوایا جا رہا ہے اور کسی کو نیویارک۔

جناب والا! ۲۰ مارچ کا یوم پاکستان سے یا گولڈن جوبلی سے کیا تعلق تھا، اس کے لئے ایک مہینے سے اشتہارات آ رہے تھے اس کے لئے جو فضول خرچی ہوئی ہے اس کی کیا ضرورت تھی، یہ جلسے جلوس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ ہمیں اخراجات کو کم کرنے کا بھی سوچنا چاہیئے، یہی نہیں ہونا چاہیئے کہ آپ ہر روز taxes بڑھاتے جائیں۔

یہ اچھی بات ہے کہ ہمارے منشیات کے وزیر مظفر صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں، اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم سمگلروں کو پکڑیں گے، ہم منشیات کے خلاف جہاد کریں گے۔ خدارا، آپ انہیں صرف پکڑیں ہی نہیں بلکہ ان کی جائیدادیں بھی ضبط کریں۔ ان کو auction کریں۔ ان لوگوں کی نشاندہی کی جائے کہ وہ سمگلر کون ..... ہیں جو ہمارے ملک کو تباہ کر رہے ہیں، ان کی پراپرٹی کو نیلام کریں اور اس سے آپ اپنے خزانے کو چلائیں .....

جناب چیئرمین: آپ کے پانچ منٹ ہو گئے ہیں۔

جناب سلیم سیف اللہ خان: جناب والا! ایک سیکنڈ، میرا پوائنٹ بھی ہے۔

جناب چیئرمین: ایک سیکنڈ بھی گزر گیا ہے۔

جناب سلیم سیف اللہ خان: جناب، آخر میں صرف جعفری صاحب کے لئے ایک شعر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

؎ اپنا شیوہ ہے کہ اندھیروں میں جلاتے ہیں چراغ
ان کی سازش ہے کہ زمانے میں یونہی رات رہے

شکریہ!

جناب چیئرمین: شکریہ! مشیر مالیات صاحب۔

Mr. V.A. Jaffery: Mr. Chairman, I must thank you for your gracious permission to address this House. This is my first speech to the distinguished Senate and I hope that any lapses from strict parliamentary etiquettes would be pardoned by you and by the Senators.

it inevitably you cannot have prices of imported goods below the rices of what it is being sold abroad. Therefore, the question is that these ncreases one can criticise the timing, personally I think, it should have been one earlier but the question that this is avoidable or unavoidable, on that e are very clear and I think every one else should be very clear that when orld prices go up our prices have also to go up. We cannot ignore the roblem. We cannot take a soft option. It is clear that the increase in POL rices will affect consumer goods. The impact is going to differ from one ector to another and certainly it will be sharpened in the case of transport. Ve have already surveyed the situation keeping track of what increases ave occured and are trying to lay guidelines for what are the permissible ncreases for road transport. We will be circulating these estimates to all rovincial governments and other authorities to ensure that the increase in rices of transport are not very much in excess of what is justified by the ncrease in the prices of HSD. It is of course, clear that the increase in rices of petrol and other products as in the case of all other indirect taxes will affect the general population. It will affect the common man and this something which is inevitable in any shceme for increasing government esources. However, in order to reduce the incidents of the increase on low ncome groups, the government has decided to increase kerosine by only % and diesel by 7½ %.

Mr. Chairman, I will briefly mention that one way of insulating the conomy or prices of petroleum products from interantional influences as have our own domestic output and the government have been giving a lot f attention to it. I heard some criticism about concessions being given. In act we should be happy that there are more and more people coming to xplore for oil and gas and you would no doubt be glad to know that this ear our output of crude oil will increase by 16% if we continue at this rate ith the requirement increasing at 10%. If we can continue to increase utput by 16% or more then surely at some time, ten years hence may be, ve will be self-sufficient.

I may mention now the question of prices and inflation. So far very one has been focusing on the price of petroleum products and I gree that it is going to have an affect on some prices but we have to look hat the common man is faced not with the price of one product he is faced

Mr. Chairman, the increase in prices of petroleum products wa decided upon by the government after careful consideration. The advers reaction which has been witnessed in the country and of which we have ha abundant evidence today in the Senate, this was fully anticipated. It was als well understood and well recognized that increase in petroleum prices will affect the prices of other products and in particular transport. The decisio taken by the government was a difficult one. It was taken under difficu circumstances and it was done for reasons which we regarded in ou judgement as unavoidable. Why was this measure taken, why did w undertake this step when we knew fully well that it would cause so muc problems? It has already been explained Mr. Chairman that th international price of oil had gone up since last year when the preser government took office. In 1988-89 the last year the average price for cruc was 14 dollar 10 cents per barrel. This year the prices have gone up and th average to date has been 17 dollar ten cents. At one stage the pri has gone upto 17 dollar 80 cents. It is of course, true that prices the last few days have been begun to soften but the average f the year because of the expenditure already incurred and to be incurr will be 17 dollars 10 cents. This Mr. Chairman is 21% higher than th price paid last year. [A question has been raised as to why th government did not decrease the price of petroleum produc when the prices have gone down from 21 dollars per barrel to dollars per barrel]. This Mr. Chairman, is a question which can be be answered by the colleagues of the Senators who were then in government that time. If they failed to pass on the benefits of the decrease international prices to the consumers, it is for them to explain and not t us. I can only speculate the reason why this was not done, was that the th governments were not willing to give up this wind fall revenue and hesitat to replace it with proper taxes which would have meant putting it forwa before the public in a straightforward form as we are doing today.

Mr. Chairman, what should the government have done to deal with t higher cost of petroleum products? I think the government has faced up the problem and it has taken a responsible attitude and it has adjust domestic prices to increase an international prices. I think every one wou agree that in the long run this is the only viable course, if world prices go u the local prices have also to go up. You may delay it or you may do it earli

he entire inflationary spectrum. Our figures show that the government cies of which I will be speaking a little later have had to reduce inflation n over 11% in the previous year to about 5.6% in the current year ording to the sensitive price index.

Mr. Chairman, the price statistics compiled by the CSO on which I am ng this statement are widely disbelieved. I think that this is unjustified. se statistics are compiled according to a methodology where data is ected over four hundred commodities from the seventy seven markets involved two lacs, forty two thousand observations every month. I think they are open to inspection and scrutiny by any one. If there are any takes we will be glad to see them corrected but I think it is unfair to egard them completely and to rely entirely upon the impressions of viduals which are not supported by any data.

Mr. Chairman, I may say just to indicate that how much work goes on e data collected on one city only i.e. Islamabad and Rawalpindi you find all the items have been listed and they are collected from various s in different markets. So, I would urge the Senators that before they e up with their own estimates of how much the rate of inflation is, they ht consider having a look at this very detailed and verifiable data that ave and point out to us what are the errors in this, what are the errors e methodology instead of making a very high estimate which certainly an adverse effect on the moral of the common man and raises tionary expectations.

Before leaving the subject Mr. Chairman, I would like to say that while ease in administered prices does increase the price level but this is less tionary than subsidies which are met by deficit financing. Because sidies are met from deficit financing and lead to general inflation, not ation in one particular commodity but general inflation and hits the poor ch more indiscriminately. I am sure that the Senators who are also inguished economists will understand and appreciate this point.

now come to the question of increase in the prices of fertilizers. First of the increase is only with regard to DAP and POTASH and there the sidy has been reduced from 29% to 22%. The demand for fertilizers has n increasing and in fact there was a shortage in December.

[Mr. V. A. Jaffery]

Mr. Chairman, in February, 1990 the off take of fertilizer was 46% higher than what it was in February, 1989. It is a very encouraging thing bu in order to meet this increased demand we need more and ample supplies the price increase, the very modest price increase that we have propose would enable us to obtain financing which could ensure fair availability o fertilizers. Of the two courses open having a low price and shortages an having a slightly higher price and ample availability we have chosen to hav ample abundant availability of fertilizers in the coming *Kharif* and *Rab* season.

I must mention, Mr. Chairman, that while prices of inputs have gon up, this government has been compensating the growers by increases in th prices of outputs also and these increases have been much more than wha they have been getting in the past. I will just give only three or fou examples. In the case of wheat, the price was increased by Rs.11/- from R 85/- per 40 K.G. to 96 rupees as against the increase of only Rs. 3/- by th previous government. Similarly, in the case of cotton, the increase is fro Rs. 188-/ to Rs. 203.15 rupees as against it there is an increase of only R 3/- by the previous government. So, we are ready to prove it. Basmati pric has gone up from Rs.135/- to Rs. 143/-. There is an increase of Rs. 7/- a against the increase of Rs. 5/- earlier and we are ready to demonstrate t you that the grower is with the higher output prices and even with th higher inputs prices is better off today than before.

I will be briefly mentioning, Mr. Chairman, if there is a time, I will hav a little review of the economy to ensure what has been the effects of thes policies and what are their results. Before going on to the economic review might briefly mention the point which has been raised about ignoring th Assembly and the Parliament while affecting these increase, I might submi Mr. chairman, that changes in the administered prices do not requir legislative action in the past, changes when they were proposed alongwit tax amendments they may have been placed before the Assembly but ther have been cases where these changes have been made without consultin the Assembly. in any case even when they were placed alongwith the budge in the Assembly, they were never part of the Finance Bull. There is no legislation required and there is no such constitutional requirement. So the suggestion that their summoning is unconstitutional and improper abou

taking this action, I would urge that this is not correct. The economic justification, Mr. Chairman, is that this is a very fast changing world with interest rates, prices, exchange rates highly volatile. There is no government in the world, no government in the world which can afford to wait until the next budget before making important corrective changes. The government is moving much too fast, much too fast for all economic changes to be made only at the time of budget but wherever legislation is needed, wherever law is required, wherever it is constitutional requirement it would be placed before the Assembly for prior approval. In any case, the difference between this and the other procedure is that the debate takes place before the decision is taken and the other after the decision.

Mr. Chairman, may I just like to now put this price increase in the context of the overall economic situation. The government when it came to power in December 1988 faced a typical economic situation. In fact, I would call it a critical situation. The main targets set by the government before itself were three. There were many but I will just emphasize three and then review what progress, what results we have achieved in moving towards these three targets.

The first one was the reduction in the budgetary deficit which was at the dangerous level of 8.7% of GDP. The second was the reduction in the balance of payment of deficits and the third was the restructuring of the economy to provide more freedom for investment and for entrepreneur activities.

Mr. Chairman, if you bear with me, I will say a few words on what are the dangers that the country and the common man faces from a high budget deficit. There is something absolute but I think it effects the individuals in their daily life. Now, the first thing is that a high deficit can only be met by borrowing and when you borrow you become dependent on external borrowers. So, the reduction in deficit is something which will help you to resist foreign pressures and I am sure that every one will agree here as suggestions have been made that this is being done under foreign pressures. I may say that if you want to resist the foreign pressures then you will have to reduce your deficit to manageable levels. But is seems that every time the government tries to stand on its own feet; every time the government tries to increase the modestic resources, the very people who want to stand on

[Mr. V. A. Jaffery]

their own feet, who want to reduce dependence, they oppose those measures instead of helping the country and the people to understand that these measures are needed so that their country stand on its own feet. So on the one hand we fail to take measures to mobilize the resources and make ourselves more vulnerable to external intervention and on the other hand, we deplore those external interventions when they come about.

Secondly, Mr. Chairman, deficits involve as I said borrowing and one could live with borrowing provided the loans were available despite the disadvantages. But a situation is coming when borrowing is going to become more and more difficult. Firstly, Pakistan itself has reached a limit of extensive borrowing. This potential was exploited by our predecessors. So, now it is not available to us to any great extent. Secondly, the international developments have taken place. In Eastern Europe and elsewhere that the Third World is no longer the sole recipient of capital flows. So, the situation for us is whether we like or not, even if we do not want to be independent, even if we do not want to be self-reliant, we still will have to do without these external aid-flows that have been coming earlier. So, the budget deficits are to be reduced by all possible means. Thirdly, the deficits are linked to the current account deficits. In other words, the higher the deficits, the more the loss in foreign exchange reserves and it leads to a balance of payment crisis. That is the third reason, why the deficits should be reduced.

Lastly, Mr. Chairman, the budget deficits are inevitably financed borrowing from banks and they lead to the very inflation that everyone has been criticizing today. But that is the kind of inflation which is generated in a concealed manner and therefore, politically it is more attractive but I think the more responsible attitude is to raise the taxes directly or indirectly but in an open manner instead of doing it in a concealed manner, through the printing of money which was the practice earlier.

Now, Mr. chairman, What have we done with regard to budget deficits from 8.6 in the previous year when the government took power and brought it down to the 7.3 last year. In the current year, our target is 6.3% I might say that the strategy adopted by the government was to mobilize resources to the extent feasible and secondly, for the first time in recent years a freeze

was put on expenditure on non-developmental expenditure. The position today is that while our tax diagonisers are doing very well in their own targets on the expenditure, I can assure the Senate as far as the civil expenditure of the Federal Government is concerned, it is well within the budgeted amount. There has been a lot of criticism of specifics which I cannot answer because I do not know the facts but I can assure you that so far as the Federal Government is concerned, our expenditure, the civil expenditure, is well within its control.

Similarly, the development programme is being kept within the amount provided in the budget. However, it is regrettable but the provinces who are autonomous have been over-spending, I think, to the extent of nearly Rs. 3 billion. We have been warning them, we have been cautioning them that this excessive expenditure is not appropriate. It is against the strategy which the government is following and that it can lead to untoward consequences.

Thirdly, there are also pressures arising out of the external security problems. It is indeed surprising that Senators who know very well and who have spoken at length on the external security problems and the same Senators have spoken so extensively on economic problems, have kept these two things in a separate compartment as if they are totally separate and there is no linkage. I think everybody knows that there are linkages but for partisan reasons, this linkage has not been highlighted or has not even been admitted. I am not in a position to give details but I think that I would leave it with you that please remember, please remember that these increases have some relationship to the strength of our economy and it is ultimately due to your security base.

I would say lastly Mr. Chairman, that we have followed bold policies which do create resentment and repercussion but ultimately they are essential both for our financial stability and security and we will not allow ourselves to be deterred by criticism which does not fully take into account that huge task that the country faces, the huge problem that it faces. But we will do whatever is right, we will do whatever is necessary in the long run both for the country and for the common man. Anything done for the common man in the short run may very well be not in his interest in the

long run.

I might say a few words on agriculture and balance of payments. On agriculture in fact we are doing quite well. There is a bumper wheat crop on the way which among other things is also due to God's mercy in having abundant rainfall but may be the government's policies also contributed to it. Similarly, we have had a good cotton crop, in the case of onions and potatoes we have in fact a glut. At the moment, we have bought 65,000 tones of potatoes at one rupee a kilogram from growers who couldn't find markets for it. So, the agricultural production is in good shape. On the balance of payments we have our exports are on target and particularly gratifying is that the non-traditional items have been doing very well. Our balance of payments position Mr. Chairman is likely to improve from 1.9 billion dollars. It will be brought down to 1.5 billion dollars. On restructuring, I do not wish to take too much of your time but there is evidence of a new liberalized industrial policies, new liberalized policies for foreign investment. They have begun to produce results and at an appropriate time we will be able to give all the data necessary. I will conclude by saying that what we have done and what we may do in future is for the future health of the economy and I would urge Senators, I would urge people of the country to realize that irresponsible financial policies can lead a country to economic disaster. We have too many examples in Latin America and Africa and elsewhere of what happens when financial control when the budgetary deficits get out of control then the prices do not rise by 15% or 5%, they rise by 100% every month and Mr. Chairman, we are pledged; I am pledged to see that this country does not follow that path thank you.

Mr. Chairman: Thank you very much. We move to the next item on the agenda item No. 4. Iftikhar Gillani Sahib, would you kindly read item No 4?

THE SUPPRESSION OF TERRORISTS ACTIVITIES (SPECIAL COURTS) (AMENDMENT) ORDINANCE, 1990

Syed Iftikhar Hussain Gilani: Mr. Chairman, Sir, I beg to lay before the Senate the Suppression of Terrorist Activities (Special Courts

(Amendment) Ordinance, 1990 (I of 1990) as required by clause (2) of Article 89 of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan.

Mr. Chairman: The Ordinance stands laid. Item No. 5 Iftikhar Hussain Gilani Sahib.

THE REPRESENTATION OF THE PEOPLE (AMENDMENT) BILL, 1990

Syed Iftikhar Hussain Gilani: I move that the Bill further to amend the Representation of the People (Amendment) Bill, 1990 as passed by the National Assembly, be taken into consideration.

Mr. Chairman: Now there is an amendment to this.

amendment کس کی ہے۔ جی پڑھ دیں۔

this is regarding reference to the Standing Committee.

پروفیسر خورشید احمد: جہاں تک بل کا تعلق ہے ہم نے اس کا مطالعہ کیا ہے اور بحیثیت مجموعی یہ وہی بل ہے جو اس سے پہلے کیئر ٹیکر گورنمنٹ لائی تھی اور پھر اس کو کچھ دوسری amendments کے ساتھ لایا گیا جس پر عمل بھی ہوا لیکن اس زمانے میں اس کے متعلق ایک اہم development ہوئی ہے جس کی بنا پر ہم سمجھتے ہیں کہ اس بل پر سٹینڈنگ کمیٹی میں غور ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے اسی بل پر اسی زمانے میں غور کیا ہے اور غور کرنے کے بعد اس نے اس کی متعدد شقات کو شریعت کے خلاف قرار دے دیا ان میں کلاز نمبر ۱۳، ۱۴، ۴۹، ۵۰، ۵۲ شامل ہیں جنہیں موجودہ بل کی شکل میں amend کیا جا رہا ہے اس لیے جناب والا! میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس بل پر سٹینڈنگ کمیٹی میں غور ہو تاکہ ہم ان شقات کے سارے پہلوؤں کو examine کریں اور اس کے بعد دیکھیں کہ مزید کن ترامیم کی ضرورت ہے اسے موجودہ شکل میں ہم پاس نہیں کر سکتے۔

Mr. Chairman: Any objection to that?

Syed Iftikhar Hussain Gilani: Mr. Chairman, Sir, I don't object.

پروفیسر صاحب نے بڑی صحیح بات کی۔ میری صرف ایک استدعا ہے کہ اس میں بعض ایسی باتیں ہیں جو تکلیف دہ ہیں مثلاً جب Election/Bye-elections میں پہلے نامزدگی کے لئے ۵۰ آدمیوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ اسی طرح اخراجات کی تفصیلات کا معاملہ تھا وہ اسی آرڈیننس کے ذریعے اس کو لے آئے ہیں لیکن کمیٹی وقت اگر بہت زیادہ لے لے تو وہ آرڈیننس lapse ہو جاتا ہے۔

And it doesn't look very nice when the Parliament is in session. So, my only request would be to fix a reasonable time.

جناب چیئرمین: پہلے بھی ایک مرتبہ ایک کیس میرے نوٹس میں آیا ہے کہ ہم نے سٹینڈنگ کمیٹی کو وہ معاملہ بھیجا اور وہ بروقت واپس نہیں آیا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ جو متعلقہ وزراء ہیں ان کو چاہیئے کہ

they should keep note of the progress in the Standing Committee. The Standing Committee has to report within, I think, 30 days. If let us say the reference is not received back within 30 days or even during that period the Minister feels that for some reason we need to have it urgently considered in the House, you can bring it before the House. So, please keep track of this and let's not have a repeat of what we had earlier because one Ordinance was referred to the Standing Committee and more than 90 days have been lapsed and now there is a problem that how we are going to handle it, So if you can kindly ....

سید افتخار حسین گیلانی: بس میری یہی استدعا ہے اس کو نوٹ کر لیا جائے جتنا جلد ہو سکے۔

I'll keep track of that

جناب چیئرمین: تو اس پر ذرا TRACK رکھیں گے تو بالکل جلد آ جائے گا۔

سید افتخار حسین گیلانی: وہ میں کروں گا۔

جناب چیئرمین: فصیح اقبال صاحب اور احمد میاں سومرو صاحب موجود

They are also supporting this. نہیں ہیں بہرحال

Syed Faseih Iqbal: I am supporting this.

Mr. Chairman: So, it has been moved by Prof. Khurshid Ahmed and Syed Faseih Iqbal that the Representation of the People Amendment Act, 1990, as passed by the National Assembly be referred to the Standing Committee concerned.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried. The matter stands referred to the Standing Committee and as pointed out by the Law Minister kindly ensure.

صاحبزادہ الیاس صاحب آپ لاء کی سٹینڈنگ کمیٹی کے غالباً چیئرمین ہیں۔
مہربانی کرکے ذرا توجہ دیں اور یہ معاملہ ذرا جلدی جلدی نمٹائیں۔

Next item No. 7, Khan Bahadur Khan Sahib.

THE MARTIAL LAW REGULATION NO. 57 (AMENDMENT) BILL, 1990

Khan Bahadur Khan: Mr. Chairman, I move that the Bill to amend Martial Law Regulation No. 57. The Martial Law Regulation No. 57 (Amendment) Bill, 1990, as passed by the National Assembly be taken into consideration.

جناب چیئرمین: اس پر بھی amendment ہے۔

Prof. Khurshid Ahmed: We are opposing it.

جناب چیئرمین: اس پر تفصیلی بحث ہونی ہے۔ تو یہ سٹینڈنگ کمیٹی کو نہیں بھیجنا چاہتے۔

پروفیسر خورشید احمد: جی نہیں۔

Mr. Chairman: So, we will take it up, may be next time because today we would like to go through the rest of the agenda. So, we will take it up later.

جناب چیئرمین : جی آپ اس پر کچھ کہہ رہے تھے۔

پروفیسر خورشید احمد: ہم اس پر تو ابھی discussion کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ یہ ایک ایسا بل ہے جس کو ایک دن بھی جاری رکھنا ہماری نگاہ میں ملک کے ساتھ ناانصافی ہو گی۔

جناب چیئرمین : نہیں اس پر ڈسکشن ہو گی۔ موشن پر discussion کا مطلب یہ ہے کہ

We have to go through a general discussion, then clause by clause reading.

Prof. Khurshid Ahmed: We can reject it, we can discuss it, we can explain our view point and give the government an opportunity to see to it.

قاضی عبداللطیف : میری اس سلسلے میں تجویز یہ ہے اس کو کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ وہاں اس پر غور ہو۔

Mr. Hasan A. Sheikh: It has already been operated upon in this Ordinance and people have gone to the Court, they have not got any relief from the Court because the Ordinance stands in their way. It is best to dismiss it.

جناب چیئرمین : محمد علی خان صاحب ایسا کریں کہ آپ ۵ منٹ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر لیں - We will come back to this. In the mean time - جس پر اختلاف نہیں ہے۔ we go to the other.

پروفیسر خورشید احمد : یہ بڑا خطرناک بل ہے۔

Mr. Ahmedmian Soomro: It's very dangerous Sir.

جناب چیئرمین : میں کہتا ہوں کہ اس پر We are coming back. میں چاہتا ہوں کہ مختلف آراء آ رہی ہیں کوئی کہہ رہا ہے سٹینڈنگ کمیٹی کو بھیجیں کوئی

کہتا ہے reject کریں کوئی کہتا ہے discuss کرنا شروع کریں۔ لیکن میری درخواست یہ ہے کہ آپ اس پر ۵ منٹ مشورہ کرلیں۔ in the meantime یہ فارمل موشن ۹ اور ۱۰ نمبر ہے We come back to this. آپ فیصلہ کرلیں آپس میں کیا کرنا ہے۔

In the meantime we take up Item No. 9.

آپ اس پر فیصلہ کریں۔

We will come back to this one. Item No. 9 Faisal Saleh Hayat Sahib.

THE NATIONAL TARRIF COMMISSION BILL, 1990

Mr. Faisal Saleh Hayat: Mr. Chairman, I beg to move that the Bill to provide for the establishment of the National Tariff Commission (The National Tariff Commission Bill, 1990), as passed by the National Assembly, be taken into consideration.

جناب چیئرمین: اس میں ترمیم کیا ہے کیا یہ بھی سٹینڈنگ کمیٹی میں بھیج دیا جائے۔

Lt. Gen. (Retd) Saeed Qadir: I move Mr. Chairman, that this matter should be referred to the Standing Committee.

Mr. Chairman: Any objection? No. So,

> "It has been moved by Lt. Gen. (Retd) Saeed Qadir that the National Tariff Commission Bill, 1990, as passed by the National Assembly, be sent to the Standing Committee concerned."

(the motion was adopted)

Mr. Chairman: So, this motion is referred to the Standing Committee. Now, we come back to Martial Law Regulation No. 57.

اس پر کیا کرنا ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں بتاتا ہوں کہ اس بل میں کیا ہے اور اس کے بعد آپ خود محسوس کریں گے کہ اس کو ایک دن بھی جاری

رکھنا جو ہے وہ اس ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔

جناب والا! اس کا background یہ ہے کہ Martial Law Regulation No. 57 جو جون ۱۹۸۳ء میں آیا تھا، اس کے ذریعہ کراچی کے گرد و نواح کی جو زمینیں تھیں اور جو مختلف قسم کی properties تھی، جو اس ذیل میں آتی تھی، ان کے بارے میں اس کے تحت تین کام کئے گئے۔ پہلی چیز یہ کہ ان پر جو ناجائز قابض تھے، ان سے ان زمینوں کو لیا گیا اور پھر ان زمینوں کو حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا۔

دوسری چیز یہ ہوئی کہ آئندہ ان زمینوں کو dispose of کرنے کے لئے نظام بنایا گیا اور اس میں by open auction in small lots یہ راستہ طے کیا گیا۔

تیسری چیز یہ کی گئی کہ اس قانون کے اطلاق وغیرہ کے لئے ہائی کورٹ کو ٹکسال باہر کر دیا گیا جو مارشل لاء کا ایک عام قاعدہ تھا۔ جناب والا! اس قانون پر عمل درآمد ہوا، اس کی رو سے ہزاروں ایکڑ زمین حاصل کی گئی، حاصل کر لینے کے بعد یہ حکومت کے قبضے میں آ گئی، اس کے بعد حکومت نے اس کو dispose of کرنے کے لئے ایک نظام بنایا، اس پر عمل ہوا، مختلف لوگوں نے ٹینڈر دیئے، payments ہوئیں۔ گورنمنٹ سے agreements ہوئے اور یہ سارا کام پچھلے سات آٹھ سالوں میں ہوتا رہا۔ موجودہ حکومت جسے مارشل لاء کی ہر چیز سے نفرت ہے اور صبح و شام وہ مارشل لاء اور مارشل لاء کی باقیات کے بارے میں بڑی تقریریں فرماتے رہتے ہیں، مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ جو آرڈیننس ۲۷ مئی ۱۹۸۹ء میں لایا گیا، اس میں نہ صرف یہ کہ مارشل لاء کی ان تمام چیزوں کو سینے سے لگا لیا بلکہ ہر اصول، ہر قانون، ملک کے دستور اور شریعت، سب کو نظر انداز کرتے ہوئے، وہ تمام جو معاہدات ہوئے تھے، وہ تمام زمینیں جو dispose of ہوئی تھیں، ان سب کو دوبارہ اپنے قبضے میں لانے کا راستہ نکالا۔ میں چونکہ کراچی سے متعلق ہوں۔ اس لئے مجھے اس بات کا علم ہے کہ اس کے نتیجے کے طور پر کیا اثرات پیدا ہو رہے

ہیں، افراتفری کی کیا کیفیت وہاں پیدا ہو رہی ہے۔

جناب والا! ایسی زمین جس کے بارے میں ایک پالیسی طے ہو چکی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ یہ پالیسی درست ہے، اگر کہیں کوئی زیادتی ہوئی ہے، تو میں اس حق میں ہوں کہ اس کا ازالہ ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ ایک عجیب معاملہ ہے کہ آپ ایک ایسا آرڈی ننس لائیں جس کے ذریعے سے وہ زمینیں جو الاٹ کی جا چکی ہیں، وہ زمینیں جو auction کی جا چکی ہیں، وہ زمینیں جن کے بارے میں agreements ہو چکے ہیں payments ہو چکی ہیں، ان سب کو آپ suspend کر دیں، اور ایک tribunal قائم کر کے اس کو قبضے میں لیا جائے یہ tribunal ہر چیز کو از سر نو دیکھے اور پھر موجودہ حکومت کے اشارے پر منظورِ نظر لوگوں کو دے دے۔ جناب والا! corruption کے لئے flood gates کھولے گئے ہیں اور اس کے نتیجے کے طور پر زرداریوں کو مزید زردار بنانا ہے۔ یہ وہ خرابی ہے کہ جس کو کہ رُکنا چاہیئے تھا اور اس میں ہم ایک لمحہ کے لئے بھی پارٹی بننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم کسی ایسے نظام کو جاری رکھنے کے قطعی حق میں نہیں ہیں۔

جناب والا! اس کے متعلق میں آپ کو سب سے پہلے دستوری طریقہ بتاتا ہوں کہ دستوری پہلو سے آئین کا آرٹیکل ۴۳ یہ بات کہتا ہے کہ پراپرٹی قانون کے تحت محفوظ ہے اور evacuee property کو اگر آپ ایک مرتبہ لے لیں، non-evacuee قرار دے دیں، پھر اس کے بعد آپ اس کا دوبارہ status بحال نہیں کر سکتے ہیں۔

اس کے ذریعہ evacuee property جسے acquire کر لیا گیا ہے آپ دوبارہ اس کا وہی status لے کر آ رہے ہیں۔ یہ دستور کی خلاف ورزی ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ ملک کا قانون اور اخلاق، دونوں یہ کہتے ہیں کہ جو تجارتی معاہدے ہیں، ان کو ٹھوک بجا کر کیجئے، وہ انصاف

پر مبنی ہونے چاہئیں، اگر اس میں کسی پارٹی کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے، تو اس کو عدالت چیک کرے گی۔ یہ حکومت کا کام نہیں ہے۔ لیکن یہ معاہدات حکومت نے کئے، زمینیں بیچیں، قیمتوں کا لاکھوں روپیہ وصول کیا اور اس کے بعد اب چاہتے ہیں کہ یہ معاملات tribunal کے سپرد کر دیئے جائیں اور پھر وہاں اپنی من مانی کی جائے۔

contact fulfillment قرآن کا جو اصول ہے، یہ اس کے خلاف ہے، جو ہے یہ مہذب معاشرے کا بنیادی اصول ہے، یہ اس کے خلاف ہے۔ اس کے نتیجے کے طور پر آپ corruption کے دروازے کھول دیں گے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ اصل قانون میں جو خرابی تھی اس کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ اپنی رائے انشاء اللہ انصاف کے ساتھ دوں گا۔ وہ یہ ہے کہ اس میں یہ کہا گیا تھا۔ اس کی ایک کلاز یہ ہے۔

"The land restored under this Regulation shall be disposed of through open auction in small lots."

یہ بہت صحیح اصول ہے کہ open auction سے معاملات طے ہوں تاکہ corruption رُک سکے لیکن small lots کی تعریف نہیں کی گئی، اور اب جو بل لایا جا رہا ہے، بظاہر اس کا عنوان یہ رکھا جا رہا ہے کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ پیراگراف ۷، کہاں تک implement ہوا۔ لیکن اب بھی small lots کی کوئی تعریف نہیں کی گئی ہے، اگر کہیں کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے تو وہ small lots کی تعریف نہ کئے جانے سے پیدا ہوتی ہے، اور اگر اس مسئلہ کو کسی سطح پر بھی resolve کرنا ہے تو جب تک آپ یہ تعریف نہ طے کر لیں، یا کورٹ اسے define نہ کرے، اس وقت تک آپ اس معاملہ کو resolve نہیں کر سکتے، دوسرے الفاظ میں یہ آرڈیننس اس مسئلہ کی طرف کوئی پیش رفت نہیں کرتا۔

اگلی چیز یہ ہے جو بڑی اہم ہے کہ دستور اس بات سے منع

کرتا ہے کہ کسی قانون کو، کسی سزا کو with retrospective effect آپ لاگو نہیں کر سکتے۔ لیکن اس آرڈیننس کے ذریعہ سے، آپ یہ واضح کر رہے ہیں کہ قانون آپ بنا رہے ہیں ۱۹۸۹ء میں، اس کے لئے آرڈیننس آپ نے ۱۹۸۹-۷-۱۹ کو lay کیا، مجھے اس وقت اس کی قانونی پوزیشن کے بارے میں اشکال ہے کہ اتنے عرصے کے بعد اب یہ کیوں لایا جا رہا ہے، غالباً اس کی یہ وجہ ہے کہ چونکہ یہ lapse ہو گیا تھا، اس لئے اب اس کو Bill of the Assembly کی شکل میں لایا گیا ہے۔ تو اس صورت کے اندر آپ جو چیز لا رہے ہیں وہ with retrospective effect لاگو ہو گی جو کہ مسلمہ اصولوں اور دستور کے خلاف ہے۔

جناب والا! اس کے اوپر میرا جو تھا اعتراض یہ ہے کہ کیسی عجیب بات ہے کہ آپ ایک جمہوری دور میں ایک آرڈیننس کو لے کر آ رہے ہیں، آپ ذرا اس آرڈیننس کا مطالعہ فرمائیں، جو بل بن رہا ہے۔

"Notwithstanding anything contained in any contract, transaction involving offer, bids, agreements disposal by way of lease or sale under this Regulation, no transaction, contract or agreement entered into or any lease granted, right created or transfer effected in respect of any property to which the Regulation applies, shall be effected so as to confer any right or remedy or any party thereto or any person claiming under any other party unless it is confirmed by a Tribunal appointed by the Federal Government consisting of 3 persons who are or have been judges of the High Court, hereinafter referred to as 'the Tribunal'.

یعنی جو کچھ پچھلے سال میں اس قانون کے تحت ہو چکا ہے، وہ سب ختم، آپ with retrospective effect قانون نافذ نہیں کر سکتے، یہ ہو سکتا ہے کہ آج تک جو زمینیں الاٹ نہیں کی گئی ہیں، یا سیل نہیں ہوئی ہیں، یا lease نہیں ہوئی ہیں یا جو auction نہیں ہوئی ہیں، ان کے بارے میں کوئی قاعدہ بنائیں لیکن قانون کا with retrospective effect اس طریقے سے apply کرنا، یہ پوری قوم کو paralyse کرنا ہے۔ لیکن جناب والا! بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی ہے، اس کو

آگے بھی ذرا دیکھئے کہ اس قانون کو کیا مقام دیا جا رہا ہے۔

"The Tribunal shall hold that the enquiry into the applications within 3 months of its receipts after notice to the applicant to evacuee trust property and shall subject to paragraph 4 pass such orders as it deems fit including an order to refund to any perspective buyer, bidder, transferee or lease-holder any amount paid or deposit by him. The Tribunal shall reject the application if it is in its opinion the transaction, contract, agreement, lease, right or transfer was not entered into, granted, created or effected in accordance with paragraph 6".

آگے فرماتے ہیں۔

"All cases including suits, appeals and applications for revision or review with respect to the land restored to the Evacuee Trust Property Board under the Regulation which may be pending in the Supreme Court, in any High Court or in or before any other court, tribunal or authority immediately before the commencement of the tribunal of Martial Law Regulation 1957 (Amendment) Order, 1989, shall abate and any injunction, stay or other interim order granted or made in any such case shall cease to have effect".

نہ صرف یہ بلکہ اس کے بعد آتا ہے۔

"Every judgement, decree or order of any court including the Supreme Court, a High Court, Tribunal or Authority, given, passed or made before the enforcement of the Martial Law Regulation 1957, Amendment Ordinance, 1989, which is repugnant to the provisions hereof shall be null and void and of no effect whatsoever".

یعنی یہ ہیں جمہوریت کے علمبردار۔ یہ ہیں عدالتوں کی حفاظت کرنے والے۔ مارشل لاء کو گالیاں دیتے ہیں لیکن جو کام مارشل لاء نے کیا اس سے زیادہ بدتر انداز میں آج یہ کیا جا رہا ہے اور ہم سے اس کی ضمانت لی جاتی ہے کہ ہم اسے approve کریں کہ اگر کوئی سپریم کورٹ نے فیصلہ کیا ہے تو وہ null and void ہے۔ ہائی کورٹ نے کوئی فیصلہ کیا ہے تو اس کے اوپر دو حرف۔ اور tribunal جس میں تین ہائی کورٹ جج ہوں گے یا سابق جج ہوں گے، اور اسے اختیار

دیا جارہا ہے کہ چھ سال تک جو کام ہوا ہے وہ ختم۔ اور اس چھ سال میں سارا زمانہ مارشل لاء کا نہیں ہے۔ اس میں ۱۹۸۵ء کے بعد کا دور بھی ہے۔ تو یہ بڑی زیادتی ہے۔ یہ دستور کے خلاف ہے یہ اخلاق کے خلاف ہے۔ یہ اسلام کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے۔ یہ جمہوریت کے خلاف ہے یہ انصاف کے خلاف ہے۔ ہم ہرگز اس میں پارٹی نہیں بن سکتے اس کو ایک دن بھی جاری رکھنے کے لئے تیار نہیں اس لئے۔

I propose that this should be rejected.

Mr. Chairman: Mr. Hasan A. Shaikh.

Mr. Hasan A. Shaikh: Sir, one provision which my friend could not bring to your notice, I would like to draw your attention to it. It says:

> "The Federal Government may by notification in the official gazette direct that the provisions of this regulation shall apply to any other property for the time being vesting in Evacuee Trust Property Board which may be specified in a notification".

That means they will take into their jurisdiction property which today is not within their jurisdiction. One thing more I want to say, Sir, that this clause 6A(1) says:

> "Notwithstanding anything contained in any contract, transaction involving offers, bids, agreement, disposal by way of lease or sale..."

all this has been done by Evacuee Trust Property Board, therefore, it is done by a government agency not by a private agency.

Sir, finally there is one case which I will bring to your notice. One gentleman made an offer when it was advertised publicly in the newspapers of Karachi. he made an offer for 300 acres for which other offers were also invited. His offer was Rs. 3,50,000/-. This case is being dealt with by Mr. Khalid Ishaq. I hasten to say so because the case is not with me and I would not take it even if it comes to me in the future. I want to assure this to my

[Mr. Hasan A. Shaikh]

friend the Minister. Sir, then after he had made that bid for Rs.3,50,000/- per acres,somebody else went and made a bid for Rs. 2,50,000/- per acre for 900 acres -- the full lot. Then he was sent for and he was told "you have made an offer only for 300 acres There is another offer for 900 acres If you give the offer for 900 acres we will give you the whole area". So he made an offer for 900 acres. Then he deposited 2% cash and thereafter the balance was deposited by a pay order. so far he has paid Rs. 36 lakhs in government coffers, and now the government wants to take the property away from him and give it to their own favourites.

Another point is that the Evacuee Property Law has now been repealed by an Act of 1975. Originally there was an Ordinance of 1974 and an Act of 1975. I think it was in September, 1975. By this method they will bring that property back into evacuee pool and hand it over to Evacuee Trust Property Board. This is reprehensible, this is favouritism, this is far from being honest for a government of any country.

Thank you.

Mr. Chairman: Thank you. Yes Syed Iftikhar Hussain Gilani. You wanted to say something?

Syed Iftikhar Hussain Gilani: Thank you Mr. Chairman. I want to say some thing because it is a legal question and there is a total distortion unfortunately of the Bill which is right in front of us. What is required by this amending Ordinance is this but Mr. Chairman, Sir, as was pointed out it was conveniently tried to cover the whole thing. The catch clause is clause 6 of the MLR 57. Yes it was very noble amongst few other gestures. Its objective was that the properties which were taken over by people illegally were reverted back to the government. One very simple one and a quarter line paragraph, Mr. Chairman, Sir, said as to how do you dispose of this property because the main objection even earlier was that there were some transactions on paper i.e. somebody made an offer and it was accepted. The government of the day then thought that all the transactions were not above board and, therefore, they should be done in open auction.

Now paragraph 6 reads:

"The land restored under this Regulation shall be disposed of through open auction in small lots".

About this Mr. Chairman, Sir, such a distored picture has been given.

Now what is this amending Ordinance saying. 6A, paragraph 4 is the only relevant thing. It says:

"The Tribunal shall reject the application if in its opinion the transaction, contract, agreement, lease, right or transfer with the entered into, granted, created or effected in accordance with paragraph 6".

That is about all. What the present government wants to do is to see whether these transactions were entered into strictly in accordance with he provisions of MLR 57 or not. The Tribunal has no authority to reject any other transaction. No authority at all. I would like to be enlightened, to be shown by any provision given in this amending Ordinance where it confers any more authority on the tribunal than just to ascertain and confirm that the transactions were strictly in accordance with he provisions of MLR 57. And this was a matter which agitated everybody's mind. Now, the definition of lots - small lots or big lots that will come before the tribunal only to an extent as I said, where there were no open auctions held even despite this MLR 57. The Minister Incharge will throw light on that, that no open auctions were held, Mr. Chairman, in many cases. So, how can they say that this government is going to benefit any one. Sir, we want to adhere strictly to MLR 57 which says, "open auction". Every plot - even if say, hundred plots or thousand plots are resumed again they will be disposed of through open auction. So, how does it become un-Islamic, how does it become against injunctions of Quran and Sunnah.

میں کہتا ہوں کہ open auction میں کریں اور اپنے favourites کو نہ دیں۔ یہی تو ہم نے کہا کہ favourites کو دیئے گئے۔ اس کے ثبوت میں آپ جتنا ریکارڈ چاہیں ہم دیں گے۔ جب آپ حکم کریں۔ سینٹ کے سامنے لے کر آئیں گے، کمیٹی کے سامنے لے کر آئیں گے کیونکہ حقائق پر بات ہو گئی ہے۔ اب اس cases کو examine کرنا چاہیئے۔ پھر ایسے جلدی نہ کریں۔ ہم آپ کو سینکڑوں

[Syed Iftikhar Hussain Gilani]

دکھائیں گے جن میں open auction نہیں ہوا۔ اسی لئے یہ ہم لے کر آئے ہیں۔ بڑی اچھی بات ہے۔ میں بڑا مشکور ہوں۔ مجھے یقین ہے۔

My colleagues will accept this. Sir, we will place before this august House all the record that what actually happened after MLR 57. What happened after resumption.

کس طریقے سے یہ زمینیں دی گئیں۔ کس طریقے سے یہ پلاٹ دیئے گئے۔ اسے ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔ جو آپ کہیں گے کہ صحیح ہے بالکل ہم اسے نہیں چھیڑیں گے۔ جو آپ کہیں گے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔

Then he should face them.

So the only purpose is this and no other thing at all. We will place the record before this august House and this august House can examine the entire record.

Thank you.

Mr. Chairman: Khan Bahadur Khan Sahib.

Mr. Hasan A. Shaikh: Sir, before he answers I would like to take one minute. There is a provision in original MLR which says:

> "The contravention of any of the provisions of this regulation shall be punishable with rigorous imprisonment for a term which may extend to 5 years or with fine or whipping not exceeding five stripes....."

(interruptions)

So, they can take action against their own officers. It was all done by their own officers and nobody else.

جناب چیئرمین: گیلانی صاحب اس کا جو effect آرہا ہے وہ یہ ہے کہ:-

under paragraph 6A all transactions are becoming void unless confirmed by the Tribunal.

یہ جو آپ نے حوالہ دیا ہے پیراگراف ۶ کا اس پر mandatory command ہے
to the Tribunal کہ

these in any case you will reject but all others have to be confirmed. So they may not confirm.

سید افتخار حسین گیلانی: وہ اس کو correct کر دیں گے۔

جناب چیئرمین: نہیں correct تو نہیں ہو سکتا ناں۔ یہ بل ہے آپ کا۔

سید افتخار حسین گیلانی: اپنا مقصد ہم نے سمجھا دیا۔
(مداخلت)

Mr. Chairman: I just want to make the effect clear. The effect of this is that all transactions are void unless confirmed by this Tribunal and No. 2.....

جو آپ نے کہا کہ in that case there is a mandatory command کہ وہ جو transaction ہے وہ in any case they will reject لیکن باقی بھی ان کو اختیار ہے کہ confirm نہیں کریں گے تو reject ہو جائے گا۔

سید افتخار حسین گیلانی: جناب بالکل ٹھیک ہے۔

We will bring about transactions strictly in accordance with provisions of MLR 57.

تاکہ آپ کی satisfaction ہو کہ جو ہوئے ہیں وہ بالکل valid ہیں ہمارا بالکل یہ مقصد نہیں ہے ہم pandora's box نہیں کھولنا چاہتے جو اس کے مطابق ہو ابالکل valid ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! چونکہ وزیر قانون نے یہ نکتہ

اٹھایا ہے یعنی انہوں نے دراصل اپنے بل کا صرف ایک حصہ پڑھ کر سنایا اور باقی حصے انہوں نے چھوڑ دیئے جبکہ میں نے یہ حصہ بھی پڑھ دیا تھا کہ بلاشبہ جو اس کا کلاز (۶) تھا اسی کے لئے آپ نے یہ کیا ہے لیکن پہلا issue میں نے یہ اٹھایا کہ اگر آپ اس میں یہ بات بھی clear کر دیتے کہ اس کا اطلاق with retrospective effect نہیں ہوگا اور آئندہ کے لئے small lot کا یہ معنی ہے۔ نمبر ۲ یہ کہ ماضی میں جہاں کہیں کوئی violation ہوا ہے اس کے لئے خود اس قانون کے اندر اور ملک کے دوسرے قوانین کے اندر گنجائش موجود ہے کہ اگر اس کو follow نہیں کیا گیا تو وہ گویا کہ illegal action ہے اور آپ کو اس بات کا حق ہے کہ آپ نہ صرف اس زمین کو واپس لیں بلکہ ایسا کام کرنے والوں کو سزا دیں۔ لیکن اس کے یہ معانی ہیں کہ جو agreements ہو چکے ہیں اور قانون کی correct application کے اندر جو معاہدات ہوئے ہیں ان تمام کو بھی آپ ایک tribunal سے re confirm کروائیں اور اس کے فیصلے کو Supreme Court, High Court کے فیصلوں سے بالا کر دیں اور اس قسم کے معاملات کے اندر اب تک سپریم کورٹ نے جو فیصلے کئے ہیں ان تمام کو بھی آپ set aside کر دیں آپ کا پورا قانون تو یہ بات کہہ رہا ہے اور اسی لئے ہم اس کو reject کرتے ہیں اگر آپ ایسا کوئی قانون لائیں کہ جس میں قانون کی صحیح صحیح application ہو اور عدالتوں کو یہ اختیار دیا جائے کہ جو قانون کو violate کرے وہ اسے examine کرے، سزا دے تو ہم اس کے لئے دل و جان سے حاضر ہیں ہم انصاف چاہتے ہیں ہم یہ نہیں چاہتے کہ کسی کو favour کیا جائے یا کسی کو disfavour کیا جائے۔

خان بہادر خان: جناب چیئرمین، جناب والا! یہ ترمیم جو ہم 57 Martial Law Regulation میں لائے ہیں اس کا background یہ ہے کہ کراچی میں ہماری evacuee property کی دو ہزار تین سو اکاون ایکڑ

زیادہ ہے اور آپ بہتر جانتے ہیں اور سینیٹر صاحبان بھی بہتر جانتے ہیں کہ کراچی کی زمین کتنی قیمتی ہے اس میں وقتاً فوقتاً گھپلے ہوئے اور اس میں کچھ زمین پر KDA نے without any title, without any authority قبضہ کیا اور لوگوں کو دینی شروع کر دی اور کچھ مختلف trespassers نے اس پر unauthorizedly قبضہ کرنا شروع کر دیا تو اس کے لئے مارشل لاء ریگولیشن ۵۷ بنایا گیا اور میرے دوست نے اس کا سیکشن ۶ پڑھا اس میں گھپلوں کو ختم کرنے کے لئے یہ provide کیا گیا ہے تاکہ اس میں گھپلے نہ ہوں تو کلاز ۶ میں یہ کہا گیا کہ،

The land restored under the Regulation shall be disposed off through open auction in small lots.

اب small lots کی definition specifically نہیں کی گئی ہے لیکن ٹھیک ہے کہ small lots ہر ایک بندہ جانتا ہے کہ دو سو، تین سو ایکڑ زمین جو ہے وہ small lots نہیں ہو سکتی یا پچاس ایکڑ زمین اور سو ایکڑ زمین small lots نہیں ہو سکتی small lot کا مطلب تو یہی ہے ایک کنال، دو کنال یا زیادہ سے زیادہ ایک جریب ہو سکتا ہے Any how لیکن یہاں پر صرف small lot کی بات نہیں ہے پچھلی حکومتوں میں دو دو سو، تین تین سو ایکڑ زمینیں لوگوں کو دی گئیں اور وہ ایسے دی گئیں کہ ان کا open auction بھی نہیں ہوا جس طرح شیخ صاحب نے فرمایا کہ bids پر لوگوں کو دیتے رہے کوئی کہتا ہے ۹ لاکھ، کوئی کہتا ہے ۱۰ لاکھ کوئی کہتا ہے پچاس لاکھ مجھ سے لے لو اور اس طرح لوگوں کو زمینیں دی گئیں تو جناب پچھلی حکومت نے اس چیز کا نوٹس لیا ہم نے تو بعد میں لیا ہے پچھلی حکومت نے نوٹس لیا اور انہوں نے اس کے لئے ایک کیبنٹ کمیٹی بنائی کہ ان تمام frauds کو cabinet committee کیا جائے اور اس کو ختم کیا جائے انہوں نے dig out بنائی لیکن اس Cabinet کی dissolution ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو ہو گئی اس وجہ سے وہ رپورٹ نہیں آ سکی جب ہم نے take over کیا

تو ہم نے پتہ لگایا اور یہ چیز ہم نے ریکارڈ پر دیکھی تو ہم نے اس کیس کو پھر take up کیا اور ہمارے نزدیک یہی ایک طریقہ تھا اور کوئی طریقہ نہیں تھا کہ کوئی ایسا tribunal بنایا جائے جس میں ہائی کورٹ کے Judges ہم نے رکھے ہیں کہ یہ جو اراضی لوگوں کو transfer ہوئی ہے یہ سیکشن ۶ کے تحت open auction اور small pieces میں ہوئی ہیں کہ نہیں

This is the purpose of this tribunal only, nothing else.

جن جن لوگوں کو ایسی transfers ہوئی ہیں ان کو ہم نے اس آرڈیننس کے ذریعے سے کہا ہے کہ وہ درخواستیں دیں اور وہ verification اس ٹریبونل کے ذریعے سے کرائیں کہ آیا ان کی یہ ٹرانسفر جو ہے یہ according to section 6 of the MLR 57 ہے کہ نہیں That is all اس کا مقصد صرف یہ ہے اور کچھ نہیں ہے اور میں یہ بھی بتا دوں کہ اس سلسلے میں اس ٹریبونل کو صرف پچاس درخواستیں آئی ہیں ہم نے سندھ ہائیکورٹ کے تین Judges مقرر کئے اور وہ ٹریبونل کام کر رہا ہے ان کے پاس ۴۵ درخواستیں آئیں اور ۴۵ میں سے چالیس اس وقت تک انہوں نے dispose کی ہیں اور ان سب میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ تمام transactions Section 6 کے خلاف ہیں اور ہم پر اعتراض یہ ہے کہ حکومت یہ چاہتی ہے کہ زمین لے لے اور لوگوں کو مفت دے No, not at all. ہم یہ چاہتے ہیں سیکشن ۶ کی compliance ہو یہ زمین اگر ہمیں ملے گی تو ہم سیکشن ۶ کے تحت small lots میں open auction کریں گے وہ کسی کو political basis پر نہیں دی جائے گی اور نہ کسی کو خانزن میں اس قسم کا اختیار ہے میرے دوستوں کو جو خدشہ ہے وہ بالکل غلط ہے وہ پوزیشن قطعاً نہیں ہے اس ترمیم کا مقصد صرف یہی ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ جو transactions ہوئی ہیں پانچ، چھ سال میں یا دس سال میں According to Section 6 of the Martial Law Regulation 57. باقی That is all. سے ہوئی ہیں کہ نہیں open auction اور small lots.

اگر اس میں کوئی بات ہے جو میرے دوستوں کو پسند نہیں ہے تو اس میں ہم ترمیم کر سکتے ہیں وہ ہم بیٹھ کر کر لیتے ہیں جو بھی reasonable amendment یہ کہتے ہیں اس کے لئے ہم تیار ہیں وہ کوئی خاص بات نہیں ہے میں تمام معزز اراکین سینٹ سے صرف یہ کہتا ہوں کہ اس ترمیم میں اور کوئی political چیز نہیں ہے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو غلط transactions ہوئی ہیں پچھلی regimes میں ایک regime میں دوسری regime میں، تیسری regime میں جتنی بھی ہوئی ہیں اور جو اس قانون کے خلاف ہوئی ہیں جو private bids پر ہوئی ہیں ہم ان کو cancel کرنا چاہتے ہیں اور ان کو open auction پر لانا چاہتے ہیں That is all اور جن لوگوں نے ان کو grab کیا ہوا ہے اور جن لوگوں نے تھوڑی تھوڑی رقم پہ ان کو حاصل کیا ہے تو یقیناً وہ لوگ چیخیں گے چلائیں گے سب کچھ کریں گے لیکن بنیادی نکتہ جو ہے وہ یہ ہے کہ

Whether this House will approve the fraud committed on the government land? That is the sole question.

اگر کسی نے فراڈ کیا ہے اور اس فراڈ کے ذریعے سے against the law اس نے کوئی زمین حاصل کی ہے تو آیا ہیں اس کو واپس لینا چاہیئے نہیں لینا چاہیئے اور اس کو according to law dispose of کرنا چاہیئے یا نہیں،

That is the sole question.

قاضی عبداللطیف: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ اگر صرف دو چار چھ کیسوں کی وجہ سے یہ ساری ترمیم لائی جا رہی ہے تو میرے خیال میں یہ قانون سازی کے اصولوں کے خلاف ہے جب عدالت موجود ہے اور وہ cases عدالت میں جا سکتے ہیں تو پھر ان کو اسی طریقے سے نمٹایا جائے اس کا معنی یہ تو نہیں ہے کہ سارے کے سارے قانون ہی کو بدل دیا جائے اور اس کی وجہ سے ایک نیا قانون بنایا جائے

میرے خیال میں اس وقت اس ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں خان بہادر صاحب کا بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے بڑے کھلے دل سے بات کی ہے اور دعا کرے کہ اسی طریقے سے ہمارے ہاں نظام حکومت چلنے لگے میں خود اسی بات کا داعی ہوں اور اس سے پہلے اسی سینٹ میں تجویز پیش کر چکا ہوں کہ جہاں کسی نے قوم کی امانت کے ساتھ خیانت کی ہے خواہ وہ زمین ہو اسلام آباد کے پلاٹس ہوں KDA ہوں purchases کے پلاٹس ہوں جو چیز بھی ہو ئی ہو ایسا کرنے والے لوگ قوم کے مجرم ہیں ان کا تعلق مارشل لاء کے دور سے ہو جمہوری دور سے ہو ان کا تعلق کسی پارٹی سے ہو اور ہم دعوت دیتے ہیں حکومت کو کہ آیئے اور ایک ایسا tribunal بنایئے جو sitting Judges of the Supreme Court, High Court پر مشتمل ہو جو پبلک کو دعوت دے اس بات کی کہ جس کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے وہ ان کو رپورٹ کرے جو آپ کے علم میں ہیں ان کو investigate کرایئے اور جو ذمہ دار ہیں نہ صرف ان سے زمینیں واپس لیجئے بلکہ دینے والوں کو سزا دیجئے لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ آپ اس کا سہارا لے کر اس نوعیت کی ترمیم لائیں اور آپ نے بڑے innocent انداز میں کہا کہ یہ ترمیم صرف clause 6 کی application کے لئے ہے میں کہتا ہوں کہ clause 6 کی application کے اختیارات حکومت کو آج بھی حاصل ہیں خود اس Ordinance کے تحت حاصل ہیں آپ نے کیا کیا اس کے بارے میں کوئی اقدام کرنے کے لئے اگر کوئی زمین auction کے بغیر دی گئی ہے تو وہ illegal ہے۔ وہ اس قانون کے تحت transaction نہیں ہوئی آپ نے اس بارے میں کیا راستہ اختیار کیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس ملک کے اندر عدالتیں موجود ہیں،

آپ اپنے بل میں یہ چیز بھی لا رہے ہیں کہ کسی معاملے میں سپریم کورٹ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ فیصلہ بھی کالعدم ہو گا۔ اور ٹریبونل آئندہ جو بات طے کرے گا وہ بھی کسی کورٹ میں نہیں جا سکتا اور یہ چیز بھی کہ ٹریبونل کو اس بات کا اختیار ہے خواہ violation of Regulation کا کیس نہ بھی ہو جب بھی وہ اس کو re-confirm کر سکتا ہے آپ کی اس میں کوئی سیاسی مصلحت نہ ہو لیکن جو کچھ ہے اور جس طرح سے اس ملک کے حالات چل رہے ہیں جس طریقے سے یہاں زمینیں لٹائی جا رہی ہیں جس طریقے سے یہاں پلاٹ دیئے جا رہے ہیں مسئلہ صرف مارشل لاء اور زرعی کے دور کا نہیں آج کا بھی ہے میں تو کہتا ہوں کہ آپ تینوں پر اس کو apply کیجئے بلکہ پاکستان بننے کے بعد سے آج تک جس نے ناجائز زمین حاصل کی ہے ناجائز جائیداد حاصل کی ہے اسے investigate کیجئے اور سزا دیجئے لیکن ان کے لئے بل لائیے جو بل آپ لائے ہیں اس میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو بات آپ کہہ رہے ہیں اور جو بات آپ بل میں لائے ہیں ان دونوں میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: جتوئی صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: اس بات کو تو ہم بالکل welcome کرتے ہیں کہ کراچی میں جو secret bids کے ذریعے کئی ہزار ایکڑ زمین دی گئی اور بالکل peanut price پر دی گئی اس کے لئے ٹریبونل تو بننا چاہیئے۔ اسلام آباد کے جو پلاٹس ہیں ان کے لئے بھی بننا چاہیئے جس طرح پروفیسر صاحب نے کہا میں ان کی تائید کرتا ہوں کہ ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک کے لئے بننا چاہیئے تاکہ معلوم ہو کہ land grabing کتنی ہوئی ہے اور کس طرح یہ زمینیں secret bids کے ذریعے سے نیلام کی گئی ہیں ٹریبونل کو وہ بھی welcome کرتے ہیں اور ٹریبونل یہ بنا بھی رہے ہیں

اس چیز میں ہمیں نہیں جانا چاہیئے کہ ایسی چیز آرہی ہے تو اسے چلنے دیں بلکہ investigation کریں جن لوگوں کو اس طرح کی مراعات دی گئی ہیں تو وہ واپس ہونی چاہئیں وہ اس قوم کی امانتیں ہیں جو واپس ہونی چاہئیں کیوں نہیں ہونی چاہئیں اگر ایک غلط فیصلہ ہوا ہے تو اس کو کیوں نہیں چیلنج کیا جا سکتا میں اپنے بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اسے سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کرنا چاہیئے اور ہاؤس کا consensus بنتا ہے تو آپ کی مرضی ہے اور اس میں اگر کوئی اچھی چیز ہو رہی ہے تو اسے welcome کرنا چاہیئے۔

جناب چیئرمین: شاد محمد خان صاحب۔

جناب شاد محمد خان: حضور والا! بات یہ ہے کہ ایک طرف سے خدشات کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ اس کو غلط استعمال کر کے اپنے دوستوں کو نوازیں گے۔ دوسری طرف سے وہ وضاحت کر رہے ہیں کہ ہمارا منشاء یہ نہیں ہے تو اس amendment کو سٹینڈنگ کمیٹی کے سامنے لائیں اس میں ترمیم کر دیں جو خدشات ہمارے ہیں وہ بھی دور ہو جائیں اور جو ان کے خدشات ہیں وہ بھی دور ہو جائیں اور وہ assurance دے چکے ہیں کہ جو چیز اس میں اچھی سامنے آئے گی وہ قبول کریں گے تو میرے خیال میں amendment کی شکل میں آ جائے تو کوئی قباحت نہیں اس کو سٹینڈنگ کمیٹی کو ریفر کر دیں۔

جناب چیئرمین: جناب فصیح اقبال صاحب۔

سید فصیح اقبال: جناب چیئرمین! جیسے ابھی پروفیسر خورشید صاحب نے فرمایا آپ بھی اس amendment پر غور کریں اس کے سیاق و سباق میں جایئے ابھی حال ہی میں اسلام آباد میں ڈھائی سو ایکڑ زمین دی گئی ہے۔ ابھی پچھلے سال KDA کے یونیورسٹی پلاٹ کلفٹن

میں پارک اور سکولز کے پلاٹ کو کمرشل طور پر nominal price پر دیا ہے اس کے لئے تو آپ نے آج تک کوئی ٹربیونل نہیں بنایا اس کا ذکر کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ حکومت کو اختیار ہے اس بل میں آپ سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ کے جو فیصلے ہیں ان کو ٹربیونل کے دائرہ کار میں کیوں نہیں لاتے۔ ٹربیونل آپ اتنا بڑا کر رہے ہیں جو فیصلے ہو چکے ہیں اس کے اوپر بھی آپ لاگو کر رہے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ motives آپ کے ٹھیک نہیں ہیں لہٰذا جیسے پروفیسر صاحب نے کہا ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں کہ جو کوئی غلط فیصلہ ہوا ہے اس کے ازالے کے لئے آپ موجودہ قانون کے تحت کورٹس میں جائیں۔ آپ declare کیجئے کہ department نے جن کو نا جائز دیا ہے اس میں ان کا حصہ ہے اگر ایسا ہے تو ان کے اوپر بھی مقدمہ چلائیں۔

جناب چیئرمین: اب مجھے کیا کرنا ہے۔ گیلانی صاحب۔

Should I put the motion?

سید افتخار حسین گیلانی: میں عرض کروں گا کہ اسے سٹینڈنگ کمیٹی میں لے جائیں کچھ بہتر ہو جائے گا۔ اور we see the polarization.

(مداخلت)

سید افتخار حسین گیلانی: کورم کی بھی پوزیشن ایسی ہے کہ اگر آپ ووٹ کے لئے put کریں گے تو مطلوبہ تعداد موجود نہیں ہو گی۔ لہٰذا یہ بھی دیکھ لیں کورم کی کیا پوزیشن ہے۔

جناب چیئرمین: ۲۲ نہیں ہیں اور legislation کا معاملہ ہے۔ پروفیسر صاحب what do you suggest کورم بھی پورا نہیں ہے کچھ وقت اور لے لیں۔ we will meet again tomorrow. گھنٹی بجائیں۔ کورم نہیں ہے۔

(کورم کے لئے گھنٹی بجائی گئی)

جناب چیئرمین : بنگلزئی صاحب آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

جناب حسین بخش بنگلزئی : میں کچھ زیادہ بات نہیں کہنا چاہتا منسٹر صاحب کے جواب میں صرف یہ بات کہنا چاہتا ہوں جبکہ ملک کے اندر قانون موجود ہے ابھی انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ لوگوں نے جہاں ناجائز قبضے کئے۔ ناجائز قبضہ کے against اس ایوان میں بل پیش کرنے کے کیا معنی ہیں کیا ملک میں قانون نہیں ہے اگر ملک کے اندر قانون موجود ہے تو آپ وہاں کیوں نہیں جاتے پھر اس کے بعد آپ tribunal بنا کر سپریم کورٹ کے دروازے بھی بند کرتے ہیں دیکھیں ہم نے پہلے آپ سے اس floor پر کہا ہے حکومت سے کہا ہے کہ ہر وہ کام جس کے اندر ہم یہ سمجھیں ملک کا welfare قوم کا welfare اس سے وابستہ ہے اس کی ہم ضرور favour کریں گے لیکن ہر وہ کام آپ بہت خوب صورت تقریر کریں آپ کی مرضی۔ آپ کے motives کیا ہیں ان کو بھی ہمیں study کرنا پڑے گا ملک کے اندر قانون کیا ہے اس کو بھی آپ کو دیکھنا چاہیئے جب ملک کے اندر ایک existing قانون ہے تو پھر اس کو چھوڑ کر آپ ایک tribunal بنا کر اس کو سینٹ سے پاس کروانا چاہتے ہیں۔ یہ آپ کا logic ہے جناب۔

جناب چیئرمین : آپ ذرا انتظار کر لیں تاکہ کورم کا پتہ چل جائے۔ جب کورم پوائنٹ آؤٹ کر دیا ہے۔ اس دن بھی اس نے یہ مسئلہ اٹھایا تھا۔

I want to be more careful this time.

(interruption)

Mr. Chairman :No, legislation is most serious matter, I think we should wait for quorum.

سید فصیح اقبال: آپ یہ دیکھ رہے ہیں کہ دو چار چیزیں رہ گئی ہیں اور یہ ایک ہفتے سے چل رہی ہیں .....

جناب چیئرمین: کورم کا جو مسئلہ اٹھا دیا گیا ہے -

سید فصیح اقبال: آپ نے پہلے بھی تو کورم پر تقریر جاری رکھی-

جناب چیئرمین: کورم کا اصول یہ ہوتا ہے کہ جب تک کوئی پوائنٹ آؤٹ نہ کرے اس وقت تک .....

سید فصیح اقبال: ہمارے تین ممبران نے پوائنٹ آؤٹ کیا تھا تو آپ نے floor تو دیا ہوا ہے -

جناب چیئرمین: آپ نے مجھے اس دن تنبیہ کی کہ آپ نے غلطی کی and the judgement is under consideration. آپ نے اس دن مجھے کہا اور I don't want to be a dictator again today. dictator

سید فصیح اقبال: میں نے کبھی آپ کو dictator نہیں کہا آپ dictator نہیں ہیں -

Mr. Chairman: So, the House is short of quorum, it is adjourned to meet again day after tomorrow at 10.00 A.M.

[The Senate then adjourned till ten of the clock in the morning on Saturday, March 31, 1990]
